رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی۔اے۔ایل ایل۔بی) و مولوی صدر الدین (بی۔اے۔بی ٹی)

نمبر (۶)	بابت ماہِ جون سنہ ۱۹۱۵ء	جلد (۱)

فہرست مضامین

ماخوذ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہِ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

(۱) شذرات ..... ۲۶۷ + (۲) یادِ رفتگان ..... ۲۶۹ + (۲) قرآن کریم
کے تین قدیم نسخوں کے اوراق ..... ۲۷۰ + (۳) قرآن کریم کا بول بالا
..... ۲۹۵ + (۴) لارڈ ہیڈلے کی تقریر کا جواب ۳۰۷
(۵) بیگم صاحبہ بھوپال و مسلم انڈیا ۳۱۱

رپورٹ ووکنگ مشن سرورق کے
صفحہ ۲ پر لکھی گئی ہے

باہتمام خلیفہ رجب الدین صاحب

قیمت سالانہ تین روپے

اشتہار کتب خواجہ صاحب

مسلم پرئیر۔ مصنفہ خواجہ صاحب۔ انگریزی قیمت چار آنے .... (۴ر)

ویسٹرن اویکنگ ٹو اسلام۔ مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ۔ انگریزی قیمت (۱۲ر)

صحیفہ آصفیہ "تبلیغ بنام حضور نظام حیدر آباد دکن" مصنفہ خواجہ صاحب قیمت (۲ر)

بنگال کی دلجوئی۔ انگریزی اردو ہردو ایک ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت .....

مسلم ایٹیچیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ۔ انگریزی ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت .....

کرشن اوتار۔ محصولڈاک آنے پر مفت پیغام صلح۔ محصولڈاک آنے پر مفت ...

مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ۔ اردو انگریزی ہردو (ا) برائے محصولڈاک مفت

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا۔ انگریزی ۱۹۱۳ء (صر) ۱۹۱۴ء (عہ)

ملنے کا پتہ :۔ مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار پیغام صلح لاہور

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور اُن کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لیکر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش ادائے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قائم رکھنے کا بیان بحسن و خوبی انجام دیتا ہے۔ اور اپنی دلربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بے نظیر اخبار ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے (ے)، ششماہی تین روپیہ (سے)، سہ ماہی ایک روپیہ نو آنہ (عہ) ماہوار نو آنہ (۹ر) +

المشتہر مینیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۱) بابت ماہ جون ۱۹۱۵ء نمبر (۶)

شذرات

انگریزی اسلامی اخوت

کا سلسلہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس مہینہ میں بھی کئی لوگ اس پاک سلسلۂ اخوت میں باقاعدہ داخل ہوئے۔ ان سب کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے دین کے لیے خاص جوش دیا ہے۔ ایک نوجوان لندن کا رہنے والا جس کا نام عبدالعزیز رکھا گیا ہے انشاء اللہ تعالےٰ ایک نہائیت پرجوش اور سرگرم ممبر ثابت ہوگا۔ برائی ٹن کی رہنے والی۔ میڈم بلاک اس محبت اور اخلاص کے لیے جو اُنھوں نے مسجد میں تشریف آوری پر اپنے نئے مذہب اور ہم مذہبوں کے لیے دکھایا خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اِنکا اسلامی نام نورجہان رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ وُہ اِس نور کو جو اُنھوں نے خود حاصل

کیا ہے۔ اور اِس صداقت کو جس سے وُہ خود بہرہ ور ہوئی ہیں۔ان لوگوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کریں گی جن میں وہ بودوباش رکھتی ہیں۔

اسلام کا یہ سلسلۂ اخوت اِس طرح بھی ترقی کر رہا ہے۔کہ اِس کے ممبر اکثر ووکنگ کی مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور اِس طرح اجتماع سے اور باہم تعلق اور رابطہ کے پیدا ہونے سے فایٔدہ اُٹھاتے ہیں وُہ مساوات کی روح جو مسجد میں اور امام مسجد کی جائے قیام میں اپنا نمایاں اثر دکھاتی ہے۔اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے۔اور خصوصًا اس مُلک کے رہنے والوں کے لیے بہت دلکش ہے۔مسلم اور غیر مسلم سب کو مسجد میں اور دستر خوان پر یکساں محبت سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔اِس بارہ میں رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے شیخ رحمت اللہ فاروق کا نمونہ جو بہت دفعہ مسجد میں آتے ہیں خصوصیت سے ممتاز ہے لارڈ صاحب کی منکسرانہ خوش اخلاقی اور برادرانہ محبت جس کے ساتھ وُہ اپنے سب بھائیوں سے پیش آتے ہیں اور آپ کا ہر ایک کے ساتھ کشادہ پیشانی اور حسن سلوک کے ساتھ ملنا سب دلوں کو آپ کی طرف کھینچتے ہیں اور سب لوگ آپ کے ان اعلےٰ اخلاق کی تعریف اور قدر دانی کرتے ہیں۔

اِس مہینہ میں خصوصیت سے ہمارے فاضل بھائی پروفیسر ہارُون مصطفےٰ الیون پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی اور بجیلی پارکنسن ایف ایس جی۔ایم بی اے اے کی تشریف آوری قابل ذکر ہے۔دونوں نے مسجد میں اور لنڈسی ہال لنڈن میں دلچسپ اور فاضلانہ لیکچر دئے۔

اسلامک سوسائٹی کی تحریک پر ہمارے فاضل بھائی پروفیسر ہارون مصطفےٰ الیون نے اسلام میں شراب نوشی کی ممانعت پر لندن میں ایک لیکچر دیا۔ڈاکٹر پالن اِس لیکچر کے پریزیڈنٹ تھے۔یہ ایک نہایت فصیح اور عالمانہ لیکچر تھا۔اور اثنائے لیکچر میں بار بار نعرہ ہائے آفرین بلند ہوتے تھے۔اسلامی تعلیم کے متعلق اِس لیکچر کے سامعین پر نہائیت عمدہ اثر ہوُا۔رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے اور آنریبل مرزا عباس علی بیگ ممبر انڈیا کونسل

اور بعض دیگر مقررین نے بحث میں حصّہ لیا اور آخر پر پریذیڈنٹ نے ایک فصیح تقریر پر اُسکا خاتمہ کیا۔ اِس تقریر میں اُنھوں نے مذہب اسلام کی بُہت تعریف کی۔ اور اصول اسلامی کو بنی نوع انسان کے لیے نہائیت مفید اور بابرکت اصوُل بیان کیا۔ جن میں ہر قسم کے مُنشیات سے پرہیز کے ساتھ اخلاقی اور تمدّنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور کہا کہ یہ وُہ مفید اصوُل ہیں جن کی قبولیّت کا میلان اب خود انگریزی قوم اور انگریزی گورنمنٹ میں پیدا ہوگیا ہے۔
اِس لکچر کی مفصّل رپورٹ اگلے مہینے شائع ہو گی۔

یادِ رفتگان

۱۳- اپریل ۱۹۱۵ء کو منگل کے دِن مِسز لوسیئس ہیرس نیو سؤتھ گیٹ کے قبرستان میں دفن ہوئیں اور نماز جنازہ مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ نے پڑھائی مسز ہیرس اسلامی خیالات کی پیرو تھیں اور ایک سچّی اسلامی زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور ایک لمبی اور تکلیف دِہ بیماری میں جس سے وہ جانبر نہ ہو سکیں۔ اُنھوں نے اعلیٰ درجہ کا صبر اور تسلیم کا نمونہ دکھایا۔ وُہ ایک وفادار بی بی اور ایک محبت کرنے والی ماں تھیں اور اپنی بے نفسی کی وجہ سے بُہت ہر دلعزیز تھیں۔ اُن کے بہت سے دوست اُن کی جُدائی کے صدمہ کو محسُوس کرتے ہیں۔
اُن کی تجہیز وتکفین اسلامی طریق پر اُن کی اپنی وصیّت کے مُطابق کی گئی۔

ایل۔ ای ہیرس

قرآن کریم کے تین قدیم نسخوں کے اوراق

مرقومہ مولوی صدرالدین صاحب

"تین قدیم قرآنوں کے اوراق" ایک کتاب کا نام ہے۔ جس کو شائع ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اور جس کی اشاعت سے پہلے ہی بڑے زور شور سے اُس کی منادی کی گئی تھی جس نے غالباً اُن لوگوں کے درمیان جو قرآن کریم کی حفاظت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک سنسنی سی پیدا کر دی ہوگی۔ اس کتاب کے ترتیب دینے والے پادری الفانسے منگانا ڈی ڈی اور ایگنس سمتھ لیوس ڈی ڈی ہیں۔

۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر اگنیس لیوس نے سویز کے ایک اشیائے قدیم کے تاجر سے ایک ایسا نسخہ خریدا۔ جس کی پہلی تحریر کو دھو کر اُس پہ کوئی دوسری تحریر لکھی گئی تھی۔ یہ پہلی تحریر عربی زبان میں تھی۔ بعد میں معلوم ہؤا کہ اس نسخہ کے تمام صفحات پر تین تحریریں ایکدوسرے کے اُوپر لکھی ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو عربی زبان میں ہیں۔ خریدکنندہ فاضل لیڈی کو تھوڑے غور سے یہ پتہ لگا۔ کہ ان میں سے ایک تحریر قرآن کریم ہے۔ اُس نے معلوم کیا کہ بیالیس لفظ اس تحریر میں ایسے ہیں جن کے متعلق اُسے خیال ہؤا۔ کہ وُہ غلط لکھے گئے ہیں۔ مگر چونکہ اسے پہلے سے یہ یقین کامل تھا۔ کہ قرآن کریم کے تمام نسخہ جات بالکل یکساں ہوتے ہیں اس لیے اس نے "ایک دُوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تحریروں کی پیچیدگی کے حل کرنے کی طرف" توجہ نہ کی۔

مگر خدا نے چاہا یا یوں کہو کہ ایسا اتفاق ہؤا یا قسمت کی بات ہے کہ ایک اور فاضل ڈاکٹر کی نظر جس کی بصارت میں جوانی اور تیزی زیادہ تھی۔ اس نسخہ پر پڑی اور اُس نے معلوم کیا۔ کہ ڈاکٹر اگنیس لیوس نے جو بیالیس نشان غلط ہجا سمجھ کر کیے تھے۔ اُنمیں سے

ایک نشان والا لفظ ایسا ہے کہ اس کے معنے قرآن کریم کی مستند عبارت میں جو لفظ ہے۔ اس سے مختلف ہیں اور اس بات نے اسے تحقیقات کے ایک نئے عالم کا سفر کرنے کے لیے تیار کر دیا اور کولمبس کی رُوح گویا اُس کے اندر حلول کر آئی۔

اِس نئی تحقیقات کا نتیجہ ڈاکٹر منگانا کی دوست لیڈی کے لیے ایسا ہی تعجب انگیز اور حیرت افزا ثابت ہُوا جیسا کولمبس کی تحقیقات کا نتیجہ دُنیا کے لیے حیرت انگیز ثابت ہُوا تھا۔ تیرہ سو سال سے دُنیا یہ یقین کر رہی تھی کہ قرآن کریم کے مختلف نسخوں میں کسی قسم کا فرق نہیں لیکن ڈاکٹر منگانا کی محنت نے تھوڑی سی ذہانت کے ساتھ بلکہ جس میں افسوس ہے کہ عالمانہ تحقیقات اور تنقید اور دُور اندیشی کا پہلو بالکل مفقود ہے۔ دو عیسائی علم الٰہیات کے فاضلوں کو بالکل مطمئن کر دیا۔ کہ نہ صرف قرآن کریم کے اندر اختلافات ہی ہیں بلکہ کچھ بیشی اور کمی بھی ہے۔

مگر دُنیا کے نزدیک اور بالخصوص اہل اسلام کے سامنے ڈاکٹر منگانا کی اُن بے اصل باتوں کا نام تحقیقات رکھنا خود لفظ تحقیق کی ہتک ہے۔ اور یہ محض ایک خیالی پلاؤ ہے۔ جس نے ڈاکٹر منگانا کے دونوں دوستوں کا تو شاید پیٹ بھر دیا ہو۔ مگر علمی دُنیا میں پادری صاحب کی یہ محنت گو کسی بڑی مقدس غرض کو سامنے رکھ کر کی گئی ہو۔ افسوس ہے کہ محض رائیگان سمجھی جائیگی اور اس کی داد دینے والے سوائے چند پادری صاحبان کے اور کوئی نہ ہونگے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس ساری محنت کا نتیجہ نہ صرف کوشش کا ضائع ہونا ہی ہو۔ بلکہ ڈاکٹر منگانا کی اپنی شہرت کے لیے سخت نقصان رسان ثابت ہو۔ اور پادری صاحب کی قوت فیصلہ، باندانی کی تحقیق اور علمی تحقیقات کو ایسا صدمہ پہنچائے۔ کہ اُن کی سابقہ حاصل شدہ وقعت کو بھی گنوا دے۔ اور مزید برآں دُنیا پر یہ ثابت کر دے۔ کہ مذہبی تعصب اور جنون پادری صاحب کے خیالات پر غالب ہے۔

ڈاکٹر لیوس نے اِس کتاب کو بطور "تحفہ" مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اِس کو مسلمانوں کے لیے تحفہ قرار دینے میں لیڈی ڈاکٹر صاحب پر اس کوزپشت والی مثال صادق آتی ہے جس سے لوگوں نے دریافت کیا تھا۔ کہ تو یہ چاہتی ہے کہ تو سیدھی ہو جائے۔ یا یہ کہ دُوسری عورتیں بھی کبڑی ہو جائیں تو اُس نے کہا کہ میرا دل تو ہی خوش ہوتا ہے۔ کہ دُوسری بھی کبڑی ہو جائیں

سو بائبل کے اختلافات اور تحریفات کے جواب سے عاجز آکر اب ڈاکٹر لیوس کو یہ جواب سوجھا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کتاب مقدّس میں بھی اختلافات دکھائیں اور اس طرح سے اپنا پیچھا چھڑائیں مگر وُہ یاد رکھیں کہ دُوسروں کو کبڑا ثابت کرنے کی کوشش میں اُن کی اپنی جھکی ہوئی پشت سیدھی ثابت نہیں ہو جائے گی۔ باقی رہا یہ امر کہ واقعی یہ مُسلمانوں کے لیے تحفہ ہے۔ سو اسقدر محنت اور تکلیف اور اس قدر خرچ اُٹھانے کے بغیر اور غالباً ڈاکٹر منگانا کے بار احسان کے نیچے آنیکے بغیر ڈاکٹر لیوس صاحب کا یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا۔ اور بجائے کسی قدیم اشیاء کے تاجر سے چند مسلے ہوئے اور وھلے ہوئے اوراق خریدنے کے۔ وُہ بازار سے اُن لاکھوں مطبُوعہ نسخوں میں سے جن میں بے احتیاطی کی وجہ سے بتیری غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ ایک نُسخہ چند پیسوں میں خرید کر ایسا ہی اعلان دنیا میں کر دیتیں۔ جیسا اب اُنھوں نے کیا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ احسان جتاتیں کہ یہ اختلافات جو اس نسخہ میں اور صحیح مطبُوعہ نسخوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی رائے میں مسلمان قوم کے لئے ایک "برکت" ہے جس سے وُہ اب تک محرُوم رہے ہیں۔ مگر جس برکت سے بائبل کے پیرووں کو وافر حصّہ ملتا رہا ہے۔ سو اگر وُہ ایسا کرتیں تو گو یہ امر عاقلوں کے نزدیک مسخرہ پن سے بڑھ کر نہ ہوتا۔ مگر اُن کی موجودہ کوشش اور اعلان میں اور اس اعلان میں کوئی ما بہ الامتیاز محققین کے نزدیک نہیں ہے۔ کاش کہ ڈاکٹر منگانا یا اُن کی دوست لیڈی صاحبہ دُنیا میں اس قدر شور مچانے سے پہلے اس بات پر غور کرتے۔ کہ یہ کہاں سے ثابت ہُوا۔ کہ وہ متفرق اوراق جن کے متعلق یقین سے چھوڑ کر ظن غالب سے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وُہ کس مُلک میں لکھے گئے اور کس زمانہ میں کس شخص نے اُن کو لکھا۔ کس نے اُن کے صحیح ہونے کی تصدیق کی۔ کس کے پاس وُہ حفاظت سے رہے اور کسطرح ٹُنہیں اُنہیں تغیّر و تبدّل کا راہ پانا ناممکن تھا۔ ان اوراق کو جو مسلسل بھی نہیں بلکہ چند ٹکڑے ہیں۔ جن پر سے قرآن کریم کے اصل الفاظ کو دھو کر ان پر ایک نہیں بلکہ دو نئی تحریریں لکھی گئی ہیں۔ یہ وقعت کہاں سے حاصل ہو گئی۔ کہ اُن کی بناء پر مصدّقہ اور مسلمہ نسخوں کو غلط کہہ دیا جائے۔ مگر تعصب کا ستیاناس ہو یہ انسان کی آنکھ پر ایسی پٹّی باندھ دیتا ہے۔ کہ وُہ دیکھتا ہُوا نہیں دیکھتا۔ اور تحقیقات کا مُدعی بن کر ایسی یاوہ گوئی کر بیٹھتا ہے جو عقلمندوں کے نزدیک اسے ذلیل کر دیتی ہے۔

کیا یہ خیالی پلاؤ نہیں کہ اس قسم کے چند اوراق کو لے کر اُن کی بنا پر ایک تیرہ سو برس کے یقینی اور مسلمہ مسئلہ کو اور تیرہ سو برس کے ساری دُنیا کے قرآنوں کو جن میں ایک حرف نہیں بلکہ ایک زیر زبر کا بھی فرق نہیں غلط ٹھیرایا جائے۔ یہ کسی عقلمند محقّق کا کام نہیں۔ بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کو مذہبی تعصّب نے اپنی عقل سے کام لینے کے قابل نہ رکھا ہو۔

پادری منگانا نے بیشک بہت محنت اٹھائی ہے۔ یعنی اوّل تو دُھلے ہوئے عربی الفاظ کو ایک نسخہ کی دو غیر زبان کی تحریروں کے نیچے سے پڑھنا جس کو خود پادری صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ ایک بڑا مشکل کام ہے۔ پھر اس محنت کے علاوہ انھوں نے ایک تمہید لکھنے میں محنت شاقہ اُٹھائی ہے۔ یہ ۳۲ صفحوں کی تمہید گو بہت محنت سے لکھی گئی ہے مگر اسکا اکثر حصہ اصل مضمون پر بحث سے بالکل غیر متعلق اور زیادہ تر اپنی علمیت کی نمود کے لیے لکھا گیا ہے۔ اِس تمہید میں اپنے اصل مضمون کو چھوڑ کر پادری صاحب نے اسلام اور قرآن کریم کے خلاف وہی چند اعتراض بھرتی کر دیے ہیں جو اکثر پیش ہو چکے ہیں۔ اور جن کا بار بار جواب دیا جا چکا ہے۔ اور اسی "فیاضی" اور "دشمنوں سے محبت" کا ثبوت دیا ہے جو اُن کے ہم مذہب ہمیشہ اسلام اور بانئے اسلام کے متعلق دیتے چلے آئے ہیں۔ جن کے نزدیک ایک مقدّس بلکہ سب مقدّسوں کے سردار پر گالیوں کا طومار باندھنا ہی عیسائی دین کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت اور رحم مجسّم تھے۔ آپ نے عملاً دوستوں اور دشمنوں سے وُہ محبت اور رحم کا برتاؤ کر کے دکھایا جس کی نظیر دُنیا پیش کرنے سے عاجز ہے اور ہمیشہ عاجز رہے گی چھوٹے بچے آپ سے اور آپ چھوٹے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ کمزور اور غریبوں کے آپ جائے پناہ تھے انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتعين على نوائب الحق آپکے سب سے زیادہ راستدار کی شہادت ہے۔ دوسروں کو سلام کہنے میں آپ ہمیشہ سبقت کرتے تھے رحمۃ للعٰلمین اگر خدا نے آپ کا نام رکھا تو ملک اس سے پہلے آپ کے الامین ہونے پر متفق ہو چکا تھا۔ اور اس سارے ملک کے اندر ایک ہی انسان تھا۔ نہیں بلکہ ساری دُنیا کے اندر ایک ہی انسان ہے۔ جس کو خود دُنیا الامین پکارنے پر مجبور ہوئی ہو۔ ہاں آپ کا وُہ محبت بھرا

نام اب بھی چالیس کروڑ مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا محبّت کا ولولہ پیدا کرتا ہے جو خدا کے سوائے کسی دوسرے نام پر پیدا نہیں ہوتا۔ مگر یہ ظالم پادری کس قدر دلیری سے تقدس کے دعویٰ کے ساتھ لکھتا ہے کہ "آج بیسویں صدی میں بھی تاریخ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے بڑھکر بھیب نام پیش نہیں کر سکتی"۔ کاش یہ دل کا اندھا محمدؐ کے معنوں پر ہی غور کرتا۔ کہ یہ نام خونخواری کی ہیبت کو ظاہر کرنے والا نہیں بلکہ محبوبیّت کو ظاہر کرنیوالا ہے۔ ہاں پادری صاحب کے اس ناپاک جھوٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کن خیالات کو دل میں لے کر اُس نے یہ کتاب لکھی ہے جسکو دنیا میں ایک علمی تحقیقات کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ کیا ایسا انسان بھی علمی تحقیقات کر سکتا ہے جس کا دل غضب سے بھرا ہوا ہو اور جس کی آنکھیں تعصّب سے اندھی ہو رہی ہوں۔

مگر اس کتاب پر میں اپنی بحث کو ڈاکٹر منگانا کے رنگ میں رنگین کر کے بے وقعت کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ زباندانی اور تاریخ کے پہلوؤں سے جو اس کی قدر و قیمت ہے اس پر غور کروں گا اس لیے میں ان تمام بے تعلق امور کو جن کا ذکر ڈاکٹر منگانا نے اپنی تمہید میں کیا ہے بالکل ترک کر کے اصل معاملہ پر غور کروں گا۔ اور اصل امر تنقیح طلب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرونگا کہ آیا ڈاکٹر منگانا اور اُس کی لیڈی دوستوں کی تحقیقات سے قرآن کریم کی مسلمہ حفاظت پر کوئی جرح عائد ہوتی ہے؟

اس تحقیق میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصل نسخہ کی دُھلی ہوئی عربی عبارت کب لکھی گئی۔ ڈاکٹر اگنس لیوس کہتی ہیں کہ امکان یہ ہے کہ حضرت عثمان کے نسخہ سے پہلے کی یہ عبارت ہے۔ پادری منگانا اپنی لیڈی دوست سے زیادہ محتاط ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"ہم اس امر کو قدیم نسخہ جات پڑھنے کے ماہرین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان مختلف مسودات کی اصل تاریخ کی تعیین اور تحقیق کریں۔۔۔ کیا یہ ممکن ہوگا۔ کہ ان نسخوں کے بعض حصّوں کو اُس وقت سے پہلے کی طرف منسوب کیا جائے۔ جبکہ قرآن (کریم) کی سرکاری طور پر ایک مستند عبارت مقرر ہوگئی؟ یا اگر ایسا نہیں تو کیا یہ نسخے بعض قدیم نسخوں کے ٹکڑوں کی جو عثمانؓ کی ایذا رساں سرگرمی سے بچ گئے ہوں نقلیں ہیں ہے؟۔ اِن سوالات کا صحیح جواب مثبت یا منفی ہماری طرف سے قبل از وقت ہوگا"

پس جب اصل نسخہ جات کی تاریخ کے متعلق ہی کوئی اطمینان نہیں اور ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ کس زمانہ میں یہ تحریریں لکھی گئیں تو قدیم تحریروں کی تحقیق کے اصول سے اُن کی قدر و قیمت کیا باقی رہجاتی ہے ؟ کیوں کہ کسی قدیم تحریر سے کوئی نتیجہ نکالنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں اُس کی تاریخ کا علم ہونا چاہیئے۔ اور یہ ایمانداری نہیں کہ تاریخ کے سوال کو حل کرنے سے پہلے ہی اتنے بڑے نتائج ان نسخہ جات سے نکال کر دُنیا کے سامنے اُن کو علمی تحقیقات کے رنگ میں پیش کیا جائے۔ مگر تاریخ کے سوال کو قطعاً نظر انداز کر دینا خود بتاتا ہے۔ کہ کس لئے اِس سوال پر غور نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اِن نسخہ جات کی تاریخ ٹھیک طور پر معلوم کی جاتی تو وُہ نتائج جو اِن فاضل ڈاکٹروں نے دُنیا کے سامنے پیش کیئے ہیں خود ایک تاریخ کے فیصلہ سے ہی ملیامیٹ ہو جاتے۔ تو چونکہ ان پادری صاحبان کی اصل غرض محض قرآن کریم کے خلاف ایک بات کو شہرت دینا تھا۔ اِس لیے اُنھوں نے تحقیق کا رنگ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ایک خیالی بُنیاد پر ایک وہمی عمارت قائم کر کے دُنیا میں اُس کو شہرت دی ہے پس سب سے پہلے ایک اس سوال سے ان "قدیم قرآنوں کے اوراق" کی شہادت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وُہ کہاں تک مسلّمہ اور مستند نسخوں کی تردید کے لیے یا اُن کو غلط ٹھیرانے کے لیے کافی ہے۔

یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ کسی مسلمان نے قرآن کریم کے اوراق کسی غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کیئے ہوں۔ کیوں کہ اِن مقدس اوراق کو کسی کافر کے ناپاک ہاتھوں میں دینے کی کبھی کوئی مُسلمان جرأت نہ کر سکتا تھا۔ خود پادری منگانا نے بھی قرآن کریم کی اُس آیت کو جس کے رُو سے کافر کے ناپاک ہاتھ اِس مقدس کتاب کو چھُو نہیں سکتے پیش کیا ہے۔ یعنی لا یمسہ الا المطھرون پس یہ خیال کرنا کہ کسی مسلمان یا مسلمانوں نے یہ اوراق کسی عیسائی کے ہاتھ فروخت کیئے ہوں۔ بالکل دور از قیاس بات ہے۔ اِسی طرح پر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت عثمان کے ہاتھ سے بچے ہوئے یہ نسخہ جات ہوں۔ کیوں کہ اس وقت مقامات مقدسہ میں کوئی غیر مسلم باقی نہ رہا تھا۔ اور یہ بعید از قیاس ہے کہ کسی مسلمان نے قرآن کے چند اوراق کو کسی غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے کوئی دور دراز سفر اختیار کیا ہو۔ اگر یہ بھی خیال کیا جائے۔ کہ کوئی ایسا مُسلمان ہو گا جس نے اپنے نسخہ کو بہت قیمتی سمجھ کر حضرت عثمان کے ہاتھ سے بچانے کی کوشش کی ہو۔ تاہم یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ایسے قیمتی نسخہ کو کسی کافر کے ہاتھ

کوئی مسلمان فروخت کرنے گیا ہو۔ غرضکہ یہ دونوں خیال جو ڈاکٹر منگانا نے پیش کیے ہیں۔ بالکل وہمی باتیں ہیں +

پس ان اوراق کے متعلق صرف ایک ہی خیال درست ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عثمان کے بعد کسی مسلمان نے اپنے حافظہ سے یہ اوراق لکھے ہوں اور ان کے لکھنے میں اس سے کچھ غلطیاں ہو گئی ہوں اور اسی وجہ سے یعنی اس تحریر کا کسی مستند نسخہ سے مقابلہ نہ ہونے کی وجہ سے چمڑے کو دھو دیا گیا ہو۔ یا جہاد میں یا سفر میں کسی طرح پر یہ اوراق گم ہو گئے ہوں۔ یا کسی عیسائی نے چرا لئے ہوں اور اُنھیں دھو کر اُن پر دوسری زبان کی عبارت لکھ لی ہو۔ لیکن اگر یہ بھی فرض محال کے طور پر مان لیا جائے۔ کہ حضرت عثمان سے قبل کے یہ اوراق ہیں تو ان کی صحت کا ثبوت کیا ہے اور کون سی وُہ دلائل ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مستند نسخہ قابل اعتبار نہیں اور غلط ہے اور یہ اوراق صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی لکھنے والے سے تحریر میں یا ہجا کرنے میں بعض غلطیاں ہو گئی ہوں۔ چند متفرق اوراق جنکے نہ لکھنے والا کا پتہ ہے۔ نہ یہ معلوم ہے کہ وُہ کب لکھے گئے۔ نہ اُن کی صحت پر کوئی شہادت ہے اُن کو اس قدر وقعت نہیں دی جا سکتی کہ اس نسخہ کو وُہ بے اعتبار ٹھیرائیں جس کی تیاری میں ہر ایک ممکن کوشش جو انسان کے حیطۂ قدرت میں ہے کی گئی اور خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے خلفا۔ نے۔ صحابہ نے اور سب مسلمانوں نے ہر طرح سے ممکن طور پر اسکی حفاظت کا سامان کیا۔ ایک آیت قرآن کریم کی جب ایک دفعہ نازل ہو جائے تو پھر کوئی شخص اسے تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس کے اندر کوئی تبدیلی نہ کر سکتے تھے۔ کیوں کہ وُہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا کلام تھا۔ پھر یہ کلام نہ صرف چمڑے یا دیگر اشیاء پر ہی لکھ لیا جاتا تھا۔ بلکہ سینکڑوں مسلمانوں کے حافظوں میں فی الفور محفوظ کر لیا جاتا تھا مسلمانوں کی روزمرہ نمازوں میں قرآن کا اکثر حصہ بار بار دُہرایا جاتا تھا۔ اور رمضان کے مہینہ میں آج تک سارا قرآن جماعت کے اندر سُنایا جاتا ہے جس کو نماز تراویح کہتے ہیں۔ غلطیاں نسخوں کے اندر ہو جاتی ہیں۔ ہزارہا مطبوعہ کاپیاں کتابوں کی ایسی موجود ہیں۔ جن میں غلطیاں رہ گئی ہیں یا راہ پا گئی ہیں۔

مگر کسی عقلمند نے آج تک یہ نہیں کہا۔ کہ یہ ان کتابوں کے اصل نسخوں میں اختلاف ہے۔ خود قرآن کریم کے مطبوعہ نسخے ایسے ملیں گے جن میں کوئی نہ کوئی غلطی ہے۔ تو کیا یہ کہا جائے گا۔ کہ یہ اختلافات قرآنی ہیں اصل تو بہر حال ایسا محفوظ ہے کہ اس کی طرح دُنیا کی اور کوئی کتاب محفوظ نہیں یہاں تک کہ اگر آج تمام کتابوں کے تحریری نسخے کسی طرح دُنیا سے مفقود ہو جائیں تو دُنیا میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب رہ جائے گی جو بلا تغیر و تبدل ایک حرف اور حرکت کے ویسی کی ویسی حافظوں میں محفوظ ہوگی۔ پھر اگر بعض قلمی نسخوں میں کوئی اختلاف ہے تو کیوں اُس کو اس قسم کی غلطی پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ دُنیا میں یہ منادی کی جائے۔ کہ یہ اختلافی نسخہ جات ہیں۔ اور ان اوراق کا جو پیش کئے گئے ہیں اصل نسخہ قرآنی سے اختلاف بالکل بے حقیقت ہے اور زباندانی کے ماہر ایسے اختلاف پر کوئی توجہ بھی نہیں کریں گے

پادری منگانا نے اِن اختلافات کو جن کو معلوم کرنے کے وُہ مدعی ہیں دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ اوّل وہ اختلافات جو قرآن کریم کے مستند نسخہ سے لفظی اختلاف کی صورت رکھتے ہیں یعنی ایک لفظ کی بجائے دُوسرا لفظ ہے اور درحقیقت اختلاف کا مفہوم صرف اسی صورت میں پورے طور پر صادق آتا ہے۔ دُوسرے وُہ اختلاف جن میں ایک لفظ کے ایک یا دو حرفوں کا اختلاف ہے۔ اُن میں سے مؤخر الذکر کو خود پادری منگانا بڑی وقعت نہیں دیتے۔ وہ سب کے سب یا ہجا کی غلطیاں ہیں۔ یا جیسا کہ ڈاکٹر منگانا کہتا ہے ہجا کی پُرانی طرزیں ہیں اور اُن سے معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِس کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں۔ اللہ اور واللہ۔ افلا اور اولا۔ ضللل اور ضل۔ واعرض اور واعرضن۔ اولیک اور اولائک وغیرہ پادری منگانا اِس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اصل نسخہ میں بعض الفاظ کے ہجا کرنے کی خاص طرز اختیار کی گئی ہے مثلاً شیٔ کی جگہ شای۔ قرآن کی جگہ قرن۔ بینالوا کی جگہ بینیلوا۔ اذانا کی جگہ اذنا۔ یوحی کی جگہ یوحا۔ اما کی جگہ ان ما۔ علم کی جگہ عیلم۔ مگر پھر تعجب ہے کہ اُنہی الفاظ میں سے بعض الفاظ جن کو ایک جگہ ہجا کرنے کی علیحدہ طرز بتایا گیا ہے دُوسری جگہ اُن کو اختلافات کی فہرست کی دُوسری قسم میں رکھا ہے۔ مثلاً ضللل اور ضل۔ اخبتوا اور خبتوا۔ لا یھدی القوم اور لا یھد القوم۔ اانا اور انا۔ اراکم اور

اریکم - اثیم اور اثم - بلی اور بل - واذا اور واذ - بارکنا حوله اور برکنا حوله وغیرہ ان میں سے آخری اختلاف جو ظاہر کیا گیا ہے - قرآن کریم کے اکثر نسخوں میں یہ لفظ برکنا ہی لکھا جاتا ہے - مگر علم عربی کے جاننے والے جانتے ہیں کہ بارکنا اور برکنا میں کوئی فرق نہیں ہے - ایک ہی لفظ ہے - ایک ہی طرح پڑھا جاتا ہے - ایک ہی معنے ہیں - صرف رسم الخط کا ذرا سا فرق ہے -

اب ہم پہلے حصہ اختلافات کو لیتے ہیں جن پر بہت زور دیا گیا ہے - یہ تمام اختلاف تعداد میں صرف چار ہیں - اور وہ اوراق جو پیش کیے گئے ہیں - اُن کے متعلق خود ڈاکٹر منگانا کہتے ہیں کہ وہ تین مختلف نسخوں کے متفرق اوراق ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر نسخہ میں قریبًا ایک ہی فرضی اختلاف ہے - ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی ہلکی بات کو ہاتھ میں لے کر قرآن کریم کی مسلمہ حفاظت پر کس طرح حملہ کیا جا سکتا ہے - لیکن ذرا غور کی نظر سے اگر ہم دیکھیں تو یہ اختلاف بھی جو بجائے خود کچھ وقعت نہیں رکھتے - موہوم ثابت ہوتے ہیں -

مثلًا سب سے پہلے اختلاف کو لو - کہا جاتا ہے کہ ان اوراق میں بجائے لفظ اللہ کے اللك یا اللکم ہے - لیکن یہ لفظ حروف کا ایک بے معنی مجموعہ ہے - فاضل ڈاکٹر کو خود یہ مشکل پیش آئی ہے - پھر وہ لکھتا ہے کہ " اگر لفظ اللك یا اللکم کے معنے ضرب یا مُکا یا مُکا مارنے کے نہ ہوں تو یہ ایک بے معنی لفظ ہے " درحقیقت عربی زبان میں کوئی لفظ اللك یا اللکم نہیں ہے - علاوہ ازیں خود ہی ڈاکٹر منگانا نے یہ بھی لکھا ہے - کہ یہ لفظ اُن لفظوں میں سے ایک ہے جو اصل نسخہ میں صفائی کے ساتھ نہیں پڑھے جاتے - اور اس لیے اصل نسخہ کی عبارت میں جو اس کی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر ہے - اور فولیو ۱۵۰ - اے کے نیچے ہے - اس نے خود اس لفظ کو اس طرح پر لکھا ہے - الل (کم) ؟ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اللہ کا پہلا حصہ صاف پڑھا جاتا ہے - اور دوسرا جس کو خواہ مخواہ پادری صاحب نے کم بنانے کی کوشش کی ہے صاف نہیں پڑھا جاتا اور اسی لیے خود ڈاکٹر مذکور نے اُس کے آگے استفہام کی علامت دیکر یہ بتایا ہے کہ یہ یقینی نہیں ہے - مگر باوجود اس کے قرآن شریف میں اختلاف ثابت کرنے کا شوق پادری صاحب کو اس قدر دامنگیر تھا کہ اس لفظ کو بھی جسے وہ صحیح طور پر پڑھ نہیں سکے اختلافات

کی فہرست میں درج کر دیا ہے۔ اور پھر اپنی طرف سے ایک لفظ قرار دے کر اسے ایسے معنے دیئے ہیں جو اسی شکل کے لفظ کے معنے ہیں۔

پھر حالانکہ اس فرضی اختلاف کی جو لفظ اللّٰہ سے دکھایا گیا ہے ایک سیدھی توجیہ موجود بھی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ درحقیقت یہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مگر ڈاکٹر منگانا ایسی توجیہ کی طرف کیوں توجہ کرتے۔ جب اُن کی اصل غرض ہی صرف اس قدر تھی۔ کہ قرآن کریم میں کوئی اختلاف مل جائے۔ سو اُن کے لیے ایک بہانہ بھی کافی ہو گیا۔ لفظ اللّٰہ عربی زبان میں دو طرح پر لکھا جاتا ہے۔ ایک تو اللّٰہ اور دوسرے اللہ اب اس دُوسری صورت میں اگر آخری شوشہ ذرا لمبا ہو جاوے تو وہی لفظ اللک معلوم ہوتا ہے۔ اور بجائے ہ کے جکا شوشہ چھوٹا چاہیئے بڑا شوشہ ہو جانے سے وہ حرف ک سے مشابہ ہو جاتا ہے پس ک کے اوپر کی کشش کی پروانہ کرکے ڈاکٹر منگانا نے ہ کے لمبے شوشہ کو ک بنالیا اور لفظ اللّٰہ کو اللّٰک یا اللّکم بناکر اُس کے ایک معنے بھی تجویز کر لیئے۔ پادری صاحب نے اس میں ذہانت تو خوب دکھائی ہے۔ مگر ایک محقق کے نزدیک یہ ذہانت جس میں بدنیتی سے کچھ کا کچھ بنانے کا خیال ہو قابل نفرین ہے کس قدر سیدھی بات تھی کہ جب اصل عربی الفاظ کو پہلے اس چمڑے پر سے دھویا گیا اور ایک پتھر سے رگڑ کر دھویا گیا۔ پھر اس دُھلے ہوئے چمڑے پر ایک غیر زبان کی عبارت لکھی گئی۔ پھر دوسری عبارت لکھی گئی جن کے نیچے اصل بالکل مشتبہ ہو گیا۔ اور اس خاص لفظ کی صُورت میں وہ اشتباہ صاف طور پر نظر بھی آتا ہے۔ پھر جب ان حالات میں لفظ بھی بے معنے بنتا تھا۔ تو کیا پادری صاحب کا فرض نہ تھا۔ کہ تھوڑی سی عقل کو کام میں لا کر سمجھ لیتے۔ کہ یہ کوئی الگ لفظ نہیں۔ بلکہ لفظ اللّٰہ کی ہ کا شوشہ ہی بڑھا ہوُا نظر آتا ہے۔ پس ایک نہائت خفیف نظر کے دھوکے نے جسے تعصب کی عینک نے کچھ اور کا اور رنگ دیدیا۔ قرآن کریم کے الفاظ میں ایک اختلاف بنا دیا کیا ممکن نہ تھا۔ کہ یہ شوشہ لکھنے والے کے قلم کی غلطی سے بڑھ گیا ہو۔ یا پتھر سے دھونے میں سیاہی ذرا سی پھیل گئی ہو۔ یا اوپر دُوسری عبارت کے لکھنے سے شوشہ کا پھیلاؤ ذرا زیادہ ہو گیا ہو۔ اور پھر جب صاف طور پر پادری صاحب اِس کو پڑھ بھی نہیں سکے تو سوائے اِسکے کیا کہا جائے۔ کہ محض بے ایمانی سے دُنیا کو دھوکے دینے کے لیے پادری صاحب نے یہ کارروائی

کی ہے۔ ورنہ ایک محقق تعصب سے خالی ہو کر ایسی ٹھوکر کبھی نہ کھا سکتا تھا۔

اب پادری منگانا کے دوسرے اختلاف کو ہم لیتے ہیں۔ یہ اختلاف حسب ذیل ہے:۔

اصل لفظ	مسودہ منگانا
تننایا	ھکیا

اب ادنےٰ غور سے بھی معلوم ہوگا۔ کہ دونوں لفظ لکھنے میں غائیت درجہ کی مشابہت آپس میں رکھتے ہیں۔ اور مسودہ میں جو لفظ ہے وہ اصل لفظ کے نقطوں کی سیاہی پھیل کر بن گیا ہے۔ تنند کے تینوں نقطوں کی سیاہی اگر تھوڑی سی پھیل کر اسی حرف کی کششوں کے ساتھ مل جائے تو بجائے تنند کے ھ بن جاتی ہے جو ھ کے ساتھ بالکل مشابہ ہے اور جب ان تمام امور کو مدنظر رکھا جائے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ کہ اوّل لکھنے والے سے ممکن ہے کہ سیاہی پھیل گئی ہو۔ پھر پتھر سے حروف کے صاف کرنے میں ممکن ہے۔ بلکہ قرین قیاس ہے کہ سیاہی پھیل کر نقطوں کی سیاہی کششوں کے ساتھ جا ملی ہو۔ پھر اس کے بعد دو اور عبارتوں کا لکھے جانا۔ غرض یہ سب امور صاف طور پر اس امر کے موید ہیں۔ کہ بجائے تنند کے ھ محض اس طرح بن گئی ہے۔ کہ نقطوں کی سیاہی پھیل کر نش کی کششوں کے ساتھ مل گئی اور اس طرح پر اصل حرف مشتبہ ہو کر ایک دوسرے حرف سے مل گیا۔ پھر تننایا میں جو الف کا اوپر کا شوشہ تھا اس نے ی کے دندانہ سے مل کر ک کی صورت اختیار کر لی۔ اور ی کے دو نیچے کے نقطے اس کے دندانہ سے مل کر م (میم) سے مشابہ ہو گئے۔ اور اس طرح پر مختلف تصرفات کے نیچے لفظ تنینا ھکما بن گیا۔ ورنہ ھکما کا لفظ اس عبارت میں بالکل بے معنی ہے۔ اور صرف یہی بات اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ کہ اصل لفظ ھکما نہیں بلکہ تنینا ہی ہے۔

یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ اصل مسودات کی فاضل مالکہ نے عارضی طور پر ان نسخوں کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اس لیے کوئی منتقد اب اصل نسخہ جات کو دیکھ نہیں سکتا۔ جب سارے معاملہ کا دارومدار ہی طرز تحریر اور حروف کی شکلوں پر ہے تو یہ نہایت ضروری ہے کہ اس پر بحث کرنے کے لیے اصل کو سامنے رکھا جائے۔ یا کم از کم اس کا فوٹو ہی موجود ہو۔ مگر افسوس ہے

کہ ان دونوں صورتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اب کوئی شخص اس قابل نہیں کہ جو کچھ ڈاکٹر منگانا نے پڑھا ہے یا جس طرح پر ان حروف کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس پر کوئی رائے دے سکے۔ ہاں ایک صورت ہے اور وُہ یہ ہے کہ آیا تبدیل شدہ ہیئت میں سیاق و سباق کو مدنظر رکھ کر صحیح معنے بھی بن سکتے ہیں یا نہیں۔ ڈاکٹر منگانا نے صرف آیت کا ایک حصّہ دیا ہے۔ اصل الفاظ قرآنی یوں ہیں۔ انهم لن يغنوا عنك من الله شيئا جس کے معنے ڈاکٹر منگانا نے یُوں کیے ہیں کہ "وہ کسی بات میں تیرے لیے اللہ کی جگہ نہیں لے سکتے" اور پھر قدیم نسخہ کی عبارت کو جس طرح ڈاکٹر منگانا نے پڑھا ہے۔ انهم لن يغنوا من اللكم هكما اس کے معنے پادری صاحب نے یوں کیے ہیں کہ "تمسخر کرتے ہوئے وُہ تیرے لیے ایک ضرب (یعنی چوٹ) کی جگہ نہیں لے سکتے" کہا جاتا ہے۔ کہ ڈاکٹر منگانا کی مادری زبان عربی ہے۔ مگر جو معنے ڈاکٹر منگانا نے اس آیت کے کیے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پادری صاحب کو قرآن کریم کی خالص اور اعلےٰ درجہ کی زبان سے کوئی واقفیت نہیں اگر پادری صاحب قرآن کریم کے مروجہ تراجم میں سے کسی ترجمہ کو ہی دیکھ لینے کی تکلیف اُٹھا لیتے۔ جیسے سیل یا راڈویل۔ تو اُن کو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی اغنى عنه كذا کے معنے عربی زبان میں ہیں۔ فلاں چیز نے اس سے کفایت کی۔ یا اس کے کام آئی۔ قرآن کریم کی مشہور لغت مفردات راغب میں ہے اغناه كذا واغنى عنه كذا اذا كفاه۔ یہی معنے قاموس میں ہیں۔ فاضل ڈاکٹر منگانا نے لن يغنوا عنك کا ایک فرضی ترجمہ کرکے اس فقرہ کو جو اس نے غلط پڑھا ہے بامعنے بنانے کی کوشش کی ہے۔ مگر محاورۂ زبان کی پروانہ کرکے بھی پادری صاحب کو کچھ فائدہ نہیں ہؤا۔ اگر وہ زبان کے محاورہ کے مطابق لن يغنوا عنك کے معنے کرتے تو اس صورت میں ان کو یہ مشکل پیش آتی۔ کہ ان کا مجوزہ فقرہ بالکل بے معنے ہو جاتا۔ اِس لیے اُنھوں نے اپنی فضیلت اور عالم ہونے کی شہرت کو خطرہ میں ڈال کر بھی ایک فقرہ بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ قرآن کریم کی حفاظت پر کسی طرح حملہ ہو۔ افسوس ہے کہ اس شوق نے واقعی ڈاکٹر منگانا کی علمی شہرت کو ایسا نقصان پہنچایا ہے جس کی تلافی کرنا اب اُن کے لیے مشکل ہے۔

مگر بدقسمتی سے اُن کی ذہانت بھی اُن کے لیے مفید نہیں ہوئی۔ اور گو اُنھوں نے نیا فقرہ

بنا کر نئے معنے تو تجویز کر لیے۔ لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ اگر اس آیت کے ٹکڑے کو ماقبل و مابعد کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو ڈاکٹر منگانا کا مجوزہ فقرہ اور اُس کے مجوزہ معنے ایک مجنون کی بڑ سے بڑھ کر کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ ویسے اگر خود اتنے ٹکڑہ پر بھی غور کیا جائے کہ "تمسخر کرتے ہوئے وہ وُہ تیرے لیے ایک ضرب کی جگہ نہیں لے سکتے" تو یہ فقرہ بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایسے معنے کرنے والے کی حماقت اِس صورت میں اور بھی صاف ہو جاتی ہے جب اصل عبارت قرآنی کے اندر رکھ کر اُس کو پڑھا جائے۔ چنانچہ عبارت قرآنی حسب ذیل ہے:۔ ثم جعلنٰك علٰی شریعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذین لا یعلمون ○ انهم لن یغنوا عنك من الله شیئًا وان الظالمین بعضهم اولیاء بعض والله ولی المتقین ○ (الجاثیة ۱۸-۱۹) **ترجمہ** یوں ہوگا "پھر ہم نے تم کو (اپنے) امر کی شریعت پر مقرر کر دیا سو تم اُسکی پیروی کرو۔ اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو کچھ علم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ ظالم تو ایک دُوسرے کے ولی ہی ہیں اور اللہ متقیوں کا ولی ہے"۔ اب مقام غور ہے۔ کہ اس عبارت کے اندر ان الفاظ کا مفہوم۔ کہ وہ خدا کے مقابل تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے تو صاف ہے۔ یعنی حکم یہ ہے کہ تم خدا کے امر کی پیروی کرو۔ لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ لوگ خدا کے مقابل میں کچھ کام نہیں آسکتے۔ لیکن ضرب یا چوٹ کے مقابل پر تمسخر کرتے ہوئے کام نہ آنا۔ یا تمسخر کرتے ہوئے ضرب یا چوٹ کی جگہ نہ لے سکنا۔ یہ کیسا لغو اور بے معنی فقرہ ان الفاظ کے اندر ہوگا۔ اور سوائے اِس کے کہ انسان تعصّب سے اندھا ہو جائے۔ وہ سیاق و سباق عبارت پر ایسا ظلم نہیں کر سکتا۔ فاضل الٰہیات کے ڈاکٹر نے پادریانہ جوش اور تعصب میں اپنی شہرت کو بھی برباد کر دیا۔ اور اتنا بھی نہ سمجھا۔ کہ جس صورت میں یہ فقرہ واقع ہُوا ہے۔ وُہ لفظ شیئًا کے آخر میں آنے کا محتاج ہے ہر ایک لغت کی کتاب میں یہ محاورہ اسے مل سکتا تھا ما اغنی فلان شیئًا۔ اور اس کے معنے وہی ہیں جو ہم نے اوپر کیے ہیں۔ اگر لغت کی کتاب کو تلاش نہ کرتے تو پادری صاحب کو خود قرآن کریم کے اندر یہ محاورہ بار بار استعمال ہُوا ہُوا مل سکتا تھا۔ مثلاً ذیل کی چند مثالوں پر غور کرو۔ کہ جہاں جہاں نفی کو موکد کرنا ضروری ہے وہاں اغنی یا یغنی یا تغنی

کے بعد لفظ شیئاً ضرور لایا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئاً (آل عمران۔ ۸) اور پھر بعینہٖ یہی لفظ آل عمران ۱۲ا میں آتے ہیں۔ جس کے معنے ہیں کہ اُن کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں اُن کو کچھ کام نہ دیں گے۔ اسی طرح الانفال۔ ۱۹ میں ہے لن تغنی عنکم فئتکم شیئاً یعنی تمہارا جتھا تمہیں کچھ کام نہ دے گا اسی طرح پر فلم تغنی عنکم شیئاً (التوبہ۔ ۲۵)۔ لا یغنی عنک شیئاً (مریم۔ ۵۱) لا تغن عنی شفاعتھم شیئاً۔ (یٰس۔ ۲۲)۔ یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئاً (الدخان ۴۱) لا یغنی عنھم کیدھم شیئاً

اب اس کثرت سے اس محاورہ کا استعمال قرآن کریم کے اندر پایا جاتا ہے کہ کوئی شخص آنکھیں بند کرلے تو الگ بات ہے۔ ورنہ کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ انھم لن یغنوا عنک من اللہ کے بعد شیئاً کے سوا اور کوئی لفظ بھی موزون ہو سکتا ہے مگر تعجب ہے کہ پادری منگانا نہ صرف اصل محاورہ زبان اور محاورہ قرآنی کو چھوڑتا ہے بلکہ اپنے دیباچہ میں یوں رقمطراز ہے "علمی تحقیقات کے وسیع دائرہ میں ایک شخص جو اسلام کی مقدس کتاب کی ان تفسیروں سے واقف ہے جو تاریخ اور زباندانی کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہیں۔ وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ بجائے لفظ شیئاً (جو اصل قرآن کے اندر ہے) تمسخر کرتے ہوئے کا لفظ جو مسودہ زیر بحث میں ہے بہت زیادہ عزت کے قابل ہے" یہ بات اگر ایک بچے کے مُونھ سے نکلتی تو کہا جا سکتا تھا۔ کہ اُس نے نادانی کی وجہ سے ایسا کہہ دیا ہوگا۔ مگر ایک فاضل پادری کا اپنی علمیّت اور زبان دانی پر فخر کرتے ہوئے۔ اور قرآن کریم کی زبان دانی اور تاریخ سے واقفیت کا اعلان کرتے ہوئے وثوق کے ساتھ یہ کہنا کہ یغنوا عنک کے بعد تمسخر کرتے ہوئے کا لفظ بجائے شیئاً کے زیادہ عزّت کے قابل ہے۔ ایک ایسا قابل نفرت فقرہ ہے کہ جس پر عربی زبان کے واقف اور عربی محاورہ کے آشنا ہمیشہ اظہار تنفر کریں گے۔ کاش کہ اس کے استعمال کی ایک ہی مثال پادری صاحب پیش کر دیتے۔ تو بھی وُہ عقلمندوں کے نزدیک بری الذمہ ہو جاتے۔ گو ایک غلطی کے مرتکب ضرور ہوتے۔ پادری صاحب کے اِس محاورہ پر اس قدر زور

دینے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ ان تمام مفروضہ اختلافات میں جس قدر وقعت اِس اختلاف کو دیتے ہیں۔ دوسروں کو نہیں دیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ صاف طور پر پادری صاحب کی اپنی ایجاد ہے۔ لفظ بھی اپنی ایجاد اور محاورہ بھی اپنی ایجاد اور محض اسی شوق نے۔ کہ قرآن شریف پر کوئی حملہ ہو جائے جس سے علمی دائرہ میں نہیں تو پادریوں کے حلقہ میں پادری صاحب کی کچھ شہرت ہو جائے یہ سب کچھ پادری صاحب سے کرایا ہے۔ ورنہ جو بات اُنھوں نے پیش کی ہے اُس کی بیہودگی کو ایک مبتدی بھی بتا سکتا ہے۔ اور اِس لیے جسقدر محنت پادری صاحب کو اِس اختلاف کے بنانے میں اُٹھانی پڑی وہ سب نہ صرف رائیگان گئی۔ بلکہ اُلٹا پادری صاحب کو بدنامی اُٹھانی پڑی یہ بھی قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ کہ جہاں مخالف سب سے زیادہ زور اعتراض کے رنگ میں دینا چاہتا ہے۔ وہیں اُس کو ایسی زک اُٹھانی پڑتی ہے۔ جو اس کی ناجائز کوششوں کی قلعی کھول دیتی ہے۔ ہمیں بھی افسوس ہے کہ پادری صاحب نے اس قدر محنت کی تھی تو کم از کم کوئی ایسا اختلاف ایجاد کیا ہوتا جس کی حقیقت آشکارا کرنے میں کسی خادم قرآن کو کوئی مشکل پیش آتی۔ مگر جس بات کا پادری صاحب نے اِس قدر زور و شور کے ساتھ اعلان کیا۔ اُس پر عربی جاننے والا ایک بچہ بھی ہنسے گا۔ اور سب سے عجیب تر یہ کہ پادری صاحب کا جواب تو درحقیقت قرآن کریم کی اسی آیت کے اندر موجود ہے جس کو اُنھوں نے بگاڑنا چاہا۔ اُنھوں نے اللہ کو بگاڑ کر ایک مہمل لفظ اللک بنایا شیئًا کو بگاڑ کر ھکما بنایا۔ مگر ان دونوں نے فاضل پادری کو کچھ فائدہ نہیں دیا۔ اور ان کی یہ ذہانت اور ایجاد کی قابلیت کسی کام نہ آئی۔ یہی تو خود قرآن نے فرمایا تھا انھم لن یغنوا عنک من اللہ شیئًا۔ اللہ کے مقابل میں یہ چیزیں تمہارے کسی کام نہیں آئیں گی۔ کیسی بھی تم حق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرو۔ کیسا ہی حق کو باطل کے ساتھ ملانے پر زور لگاؤ۔ یہ چیزیں اس اللہ کے مقابل جس نے اپنی کلام کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اُس کو لوگوں پر نہیں چھوڑا۔ تمہیں کچھ کام نہیں دے سکتیں۔ آہ! اگر پادری صاحب کے سینہ میں وُہ دل ہو جو حق کی قدر کرنیوالا

اور تصرفات الٰہیہ کا قائل ہو یا ایک لمحہ کے لیے وہ پادریانہ تعصب سے الگ ہو کر اس نکتہ پر غور کریں تو ایسا ذوق اُٹھائیں کہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی ایک یہی دلیل اُن کے لیے کافی ہو جائے۔ مگر تعصب انسان کو حق پر غور کرنے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ بہر حال پادری صاحب کو یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس آیت پر اُنھوں نے سب سے زیادہ زور لگایا ہے۔ وہی ہمیشہ اُن کی اور اُن کے ہم پیشہ لوگوں کی کوششوں کا جواب ہے۔ انھم لن یغنوا عنك من اللہ شیئا۔

اب ہم ڈاکٹر منگانا کے باقی اختلافات پر غور کرتے ہیں۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ ذیل کی آیت قرآنی میں عفا اللہ عنك لم اذنت لھم حتی یتبین لك الذین صدقوا وتعلم الکذبین۔ بجائے وتعلم کے ومنھم ہے۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بھی ڈاکٹر منگانا کو دھوکا لگا ہے۔ وتعلم کو اگر لکھنے میں وتعلم لکھا جائے۔ اور اسمیں ت کا شوشہ اس کے نقطوں سے ملجائے اور ل کا شوشہ اوپر سے قدرے اڑ جائے۔ اور پھر کے ساتھ حروف کو چمڑے کے اوپر سے رگڑنے میں ایسا ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے خصوصاً اگر ہم ان عکسی تصویروں کو جو دو تین ورق کے ڈاکٹر منگانا نے فوٹو دیے ہیں دیکھیں۔ اور انہیں عربی حروف کی مدھم اور بگڑی ہوئی شکلوں کو مدنظر رکھیں۔ تو یہ کچھ بھی بعید معلوم نہیں ہوتا کہ وتعلم بگڑ کر منھم بن جائے۔ مگر یہاں بھی ڈاکٹر منگانا کو کچھ تحریف کرنی پڑی ہے ورنہ اس کا مجوزہ اختلاف قرآنی عبارت میں بالکل غلط ٹھہرتا۔ قرآن کریم کے الفاظ جو اوپر نقل کیے گئے ہیں اُن میں وتعلم الکاذبین آتا ہے جس کے معنے ہیں تو جھوٹوں کو جان لیتا۔ تو چونکہ الکاذبین تعلم کا مفعول ہے۔ اِس لیے الکاذبون نہیں بلکہ الکاذبین آیا ہے اب ڈاکٹر منگانا جہاں نسخہ کی عبارت نقل کرتا ہے۔ دیکھو اُس کی کتاب کا صفحہ ۱۲۔ وہاں اس نے صاف بتا دیا ہے کہ الکذ کے بعد کے حروف اِس سے نہیں پڑھے گئے۔ اِس لیے اسے کوئی حق نہ تھا۔ کہ اِن حروف کو جو اُس سے پڑھے نہیں گئے اصل قرآنی الفاظ میں تحریف کر کے وہاں رکھ دیتا۔ اور بجائے الکذبین کے جو قرآن میں ہے الکذبون لکھدیتا۔ حالانکہ ساتھ ہی استفہام کی علامت ؟ دے کر یہ ظاہر کر دیا ہے۔ کہ اس کے درست ہونے میں شبہ ہے تو جب

اصل حروف موجود نہ تھے یا پڑھے نہ جا سکتے تھے تو اس کا فرض تھا۔ کہ اصل قرآنی حروف کو انکی جگہ رکھتا لیکن اگر وُہ ایسا کرتا تو منھم الکاذبین کوئی صحیح ترکیب نہ تھی۔ اِس لیے اپنے مجوزہ اختلاف کو قائم رکھنے کے لیے ڈاکٹر منگانا نے یہ تحریف کی کہ بجائے الکذبین کے اصل مسودہ میں الکذ (.بون ؟) لکھا اور بتا دیا۔ کہ مجھ سے پڑھا نہیں گیا۔ لیکن جہاں اختلاف بتائے وہاں صاف الکذبون لکھدیا۔ گویا کہ اُس نے نہائت صفائی سے اسے پڑھ لیا تھا ہم جانتے ہیں کہ پادری صاحبان کو تحریف کا بڑا شوق ہے۔ اور جب اپنی کتب مقدسہ میں تحریف کرنے سے باز نہ آئے تو قرآن کی پرواکیوں کرنے لگے تھے۔ مگر اس روشنی کے زمانہ میں ایسی تحریف پر جرأت کرنا بڑی دلیری کا کام ہے۔ اور ہمیں حیرت پر حیرت ہوتی ہے کہ محض اختلافات بنانے کے لیے کس طرح پادری منگانا نے اپنی شہرت کی پروا بھی نہیں کی۔ اور ہمیشہ کے لیے اپنے نام کو علمی دُنیا میں محققین کے سامنے ذلیل کر لیا۔

آخری اختلاف جو ڈاکٹر منگانا نے لکھا ہے وُہ سورہ الاعراف کی اس آیت میں۔ وفی نسختھا ھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون (الاعراف ۱۵۴) بجائے رحمۃ کے لفظ سلم ہے۔ اِس اختلاف کو ڈاکٹر منگانا نے بھی خود کوئی زیادہ وقعت نہیں دی کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ لفظ سلم اور رحمۃ قریبًا قریبًا ہم معنی لفظ ہیں پس ممکن ہے کہ کسی لکھنے والے کو ہی غلطی لگ گئی ہو۔ یا ممکن ہے کہ ڈاکٹر منگانا کی آنکھ کو دھوکا لگا ہو۔

اب ڈاکٹر منگانا کے پیش کردہ اختلافات تو ہم نے دیکھ لیے۔ مگر پادری صاحب کا کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وُہ تین لفظ ایسے پیش کرتا ہے جو ان مسودوں میں جو اُس کو ملے ہیں موجود نہیں۔ مگر قرآن کریم میں موجود ہیں۔ تو گو اس کی سیدھی توجیہ یہ تھی۔ کہ مسودات مذکورہ میں وُہ لفظ غلطی سے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ مسودات کی صحت کا تو کوئی ذمہ دار نہیں۔ مگر پادری صاحبان کی منطق بھی ہمیشہ اس راہ چلتی ہے جس راہ پر چلنے سے قرآن پر زد پڑتی ہو پادری صاحب کہتے ہیں۔ کہ چونکہ ان مسودات میں یہ الفاظ نہیں۔ اور قرآن کریم میں ہیں پس معلوم ہوُا۔ کہ قرآن کریم میں یہ لفظ بعد میں کسی نے بڑھا دیے۔ اِسی طرح پر اگر کوئی حرف یا لفظ مسودہ میں موجود ہے تو بجائے یہ کہنے کے کہ یہ لفظ بے احتیاطی سے

مسودہ میں بڑھ گیا ہوگا۔ پادری صاحب دعوے سے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے فلاں لفظ چھوڑ دیا ہے۔ گو یا اُن کو پورا یقین ہے کہ مسودے بالکل درست۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے یا کسی عظیم الشان صحابی کے تصدیق کردہ ہیں۔ اور گویا یہ بات یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ مسودے قرآن کریم کا اصل نسخہ جمع ہونے سے جو حضرت ابو بکر نے درحقیقت جمع کیا اور جس کی عثمانی صحیفہ محض نقل تھا پہلے کے ہیں۔ حالانکہ خود پادری صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کو ان نسخوں کے متعلق کچھ بھی علم نہیں کہ کب کے ہیں کس نے لکھے۔ کہاں رہے۔ کس طرح ہم تک پہونچے اور وہ نسخہ جس کے متعلق نہ صرف ان چاروں باتوں کا علم ہے بلکہ چاروں کے متعلق صحت اور ذمّہ داری کا پورا اطمینان بھی ہے۔ اسکو پایۂ اعتبار سے ساقط بنایا جاتا ہے۔ کیا تعصب انسان کو اس سے بڑھ کر بھی اندھا کر سکتا ہے۔ بہرحال اس سے یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ پادری منگانا نے کس غرض سے یہ باتیں لکھی ہیں اور اس طرح جھوٹ کو سچ کر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ پھر اگر وہ جھوٹ سچ ہو کر دنیا میں قائم نہیں رہ سکا تو اس میں پادری صاحب کی کوشش پر کوئی حرف نہیں۔ اُنھوں نے تو اپنا پورا زور لگایا مگر خدا تعالےٰ اپنے کلام کا خود حافظ ہے۔ یہاں ہم قرآن کریم کی حفاظت اور موجودہ الفاظ کی صحت کے متعلق جو جو انتظام کیا گیا تھا۔ اس پر بحث نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بجائے خود ایک بہت طویل مضمون ہے۔ لیکن اس میں کچھ بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دُنیا کی اور کسی کتاب کو وہ سامان حفاظت کا بھی میسّر نہیں آیا جو قرآن کریم کو میسّر آیا اور پہلے نسخہ کے جمع کرنے میں ان سارے سامانوں کو جس قدر انسانی کوشش محنت کر کے جمع کر سکتی تھی اور جس قدر احتیاط ایمانداری سے ہو سکتی تھی وہ سب کام میں لائی گئی۔ پس ایسے نسخہ کے مقابل چند گمنام منتشر غیر محفوظ دُھلے ہوئے اوراق کو پیش کرنا اور مؤخر الذکر کو زیادہ قابل اعتبار ٹھہرانا کسی محقق کا کام تو نہیں ہو سکتا۔ ہاں یا وہ گوئی جو کوئی چاہے کرے

ان الفاظ میں جنہیں ڈاکٹر منگانا قرآن کریم میں بڑھائے ہوئے قرار دیتا ہے سب سے پہلے لفظ ھو ہے۔ جو سورۂ توبہ کی ذیل کی آیت میں آتا ہے ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولو کرہ المشرکون ○ ڈاکٹر منگانا

کہتا ہے کہ ہمارے نسخہ میں ھو کا لفظ شروع میں نہیں بلکہ آیت یوں شروع ہوتی ہے۔ الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق۔ مگر ساتھ ہی لکھتا ہے کہ یہ لفظ حاشیہ میں کسی دوسرے شخص نے لکھدیا ہے۔ اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالتا ہے۔ کہ اصل آیت میں لفظ نہ تھا۔ قرآن میں بھی کسی دوسرے نے بڑھا دیا۔ افسوس کہ پادری صاحب کو تعصب نے کسی کام کا نہ چھوڑا۔ اور ان کی رائے منصفین کے نزدیک ایک بچہ کے برابر بھی قابل وقعت نہیں رہی جب وہ لفظ ھو بڑھادیا گیا ہے تو صاف معلوم ہوا کہ لکھنے والے نے یا کسی دوسرے نے غلطی کو محسوس کیا اور اسے درست کردیا۔ اور اس طرح پر قرآن کے مطابق بھی نسخہ ہوگیا جس سے معلوم ہوا کہ اگر حاشیہ میں یہ لفظ بڑہایا گیا ہے۔ تو کاتب نے اپنی غلطی کو محسوس کر کے ہی بڑھایا ہے۔ پس اس سے تو صاف یہ نتیجہ نکلا کہ نسخہ کا لکھنے والا کاتب ہی غلطی کا مرتکب تھا۔ اس صورت کو قرآن میں تحریف بنا کر پیش کرنا اُس شخص کا کام ہو سکتا ہے۔ جو اپنی کتاب میں تحریف کی وجہ سے پریشان ہو اور اس میں تحریف کا جواب اسے کوئی نہ سوجھتا ہو۔ سوائے اسکے کہ دوسری کتابوں میں بھی تحریف کا کچھ ثبوت مل جائے تو کسی قدر قلب مضطرب کو ایک عارضی تسکین حاصل ہو جائے۔ اس کے علاوہ اگر غور کیا جاوے اور اصل مسودہ کو دیکھا جائے دیکھو ڈاکٹر منگانا کی کتاب کا صفحہ ا تو معلوم ہوگا۔ کہ ھو کا لفظ گو حاشیہ میں ہے۔ مگر سطر کے شروع میں ہی واقع ہوا ہے۔ ہاں سطر کی سیدھ سے ذرا پیچھے ہٹ کر لکھا ہوا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کاتب کو لکھتے لکھتے ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اور اس نے اسے درست کردیا اور علاوہ ازیں یہی آیت انہی الفاظ میں دوسری جگہ سورۃ الصف میں آئی ہے اور وہاں بھی وہی لفظ ہیں جو سورۂ توبہ میں ہیں۔ یعنی ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ٥

اب ہم کہتے ہیں کہ جب ان مسودات کے کاتب کی ایک غلطی ایسی ظاہر ہے کہ اُس نے خود ہی اس کو محسوس کیا یا زیادہ سے زیادہ کسی دوسرے نے محسوس کر کے اسے درست کر دیا جیسا کہ ڈاکٹر منگانا کہتا ہے تو کیوں تسلیم نہ کیا جائے کہ باقی دو لفظ جو مسودات میں رہ گئے ہیں وہ بھی کاتب کی غلطی سے ہی رہ گئے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ قرآن کریم میں کسی نے بڑھا دیئے ہیں

ان میں سے اوّل لفظ کافۃ ہے جو کہ ذیل کی آیت قرآنی میں ہے۔ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ اب یہ ترکیب تو اعلےٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ اور نہایت محکم ہے یعنی تم سارے کے سارے مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ سارے کے سارے تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر منگانا کے مسودہ میں یوں ہے وقاتلوا المشرکین کما یقاتلونکم کافۃ یعنی تم مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ سارے کے سارے تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو یہ ترکیب بالکل لغو ہو جاتی ہے کما کا لفظ تو چاہتا ہے کہ پچھلے کافۃ کی طرح پہلے بھی کافۃ ہو۔ اور یہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ چونکہ ساتھ ساتھ ہی دو جگہ لفظ کافۃ آگیا اس لیے کاتب سے سہو ہو کر ایک جگہ کافۃ کا لفظ چھُوٹ گیا۔ پھر اصل مسودے کو جو ڈاکٹر منگانا نے پیش کیا ہے دیکھا جائے تو قاتلوا المشرکین پر (دیکھو صفحہ ۱۲۔ سطر ۴) سطر ختم ہوتی ہے اور وہاں کچھ جگہ چھُٹی ہوئی ہے جہاں ممکن ہے۔ لکھنے والے نے لفظ کافۃ لکھا ہو۔ مگر وہ اُڑ گیا ہو۔ اس طرح بہت سے الفاظ ان مسودات میں سے اڑے ہوئے ہیں۔ پس ایسے حالات میں دُھلے ہوئے مسودے کو صحیح قرار دینا اور صحیح لفظ کو بڑھایا ہُوا قرار دینا عقل کے اندھوں کا کام ہے۔ اور اگر یہی اصول درست ہے تو ڈاکٹر منگانا کو ہم ایک اور راہ بتاتے ہیں جس سے وہ سارے قرآن کو ہی فرضی ثابت کر سکتا ہے۔ وُہ کروڑ در کروڑ نسخے قرآن کریم کے جو آج تک لکھے جا چکے یا چھپ چکے ہیں۔ محنت کرنے سے اُن میں سے کئی ایک میں کوئی حرف یا لفظ چھٹا ہُوا مل جائے گا۔ ایسے سب الفاظ کو اکٹھا کر کے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن میں بہت سے الفاظ بڑھائے ہوئے ہیں۔

تیسری مثال تحریف یا بڑھے ہوئے لفظ کی جو پادری صاحب نے پیش کی ہے۔ لفظ مالکم ہے۔ سورہ توبہ میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض۔ مگر ڈاکٹر منگانا کے مسودہ میں لفظ مالکم درمیان میں نہیں پادری صاحب کہتے ہیں کہ مالکم کا حذف کرنا ہی عبارت کو ٹھیک بناتا ہے۔ اور کہ "سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ لفظ موزون نہیں"۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ یہاں لفظ مالکم موزون نہیں تو ایک قرآن کی عزت کرنیوالے کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ ایک غیر موزون لفظ

خواہ مخواہ ڈال کر قرآن کو بگاڑتا۔ یہ لوگ تو صحابی اور اہل زبان تھے۔ مگر یہ بھی پادری صاحب کا نکتہ اسی قسم کا ہے۔ جیسے ان کے دوسرے نکات ہیں۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا موزونیت اور غیر موزونیت اس لحاظ سے نہیں کہ فی الواقع کیا درست ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ کس کو غیر موزون کہنے سے قرآن کریم کی حفاظت پر زد پڑتی ہے۔ جس شخص کو اللہ کی بجائے الٰلک کا مہمل لفظ زیادہ پسند ہو۔ جو شیئا کے بامحاورہ لفظ کو بگاڑ کر اسے ھکما بنانا چاہے۔ جس کے معنے عبارت میں کچھ بھی نہیں بنتے۔ اس کے قول پر اعتبار کرنا کہ یہاں مالکہ کا لفظ موزون نہیں۔ کسی دانشمند کا کام نہیں۔ شاید اگر دوسرے مقامات میں فاش ٹھوکریں کھا کر پادری منگانا نے اپنی رائے کو بے وقعت نہ کر لیا ہوتا تو یہاں کوئی دھوکا کھا جاتا۔ مگر ان ساری مثالوں کے ہوتے ہوئے جو اوپر بیان ہوئیں کوئی شخص ایسا دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اور ہر ایک شخص جو زبان عربی سے واقف ہے دیکھ سکتا ہے کہ لفظ مالکہ ہی اس فقرہ کی جان ہے۔ جس کو حذف کرنے سے اصل عبارت کی موزونیت کچھ بھی باقی نہیں رہتی۔

اس کے بعد ڈاکٹر منگانا نے قرآن کریم میں ایک لفظ کا ترک ہو جانا پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر منگانا کی کتاب پر تنقید کرتے ہوئے ایک شخص یہ کہنے کے لیے مجبور ہے۔ کہ دیانتداری اور نیک نیتی کا پہلو ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں از سرتاپا مفقود ہے۔ اپنے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے۔ کہ قرآن میں بعض محذوفات کا بھی اسے پتہ لگا ہے۔ لیکن باوجود صیغہ جمع استعمال کرنے کے جب مثال کی ضرورت پیش آئی تو ایک سے زیادہ مثال نہیں دے سکا۔ اور یہ مثال کیا ہے؟ یہ کہ النحل میں لفظ اللہ قرآن شریف میں حذف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر منگانا کے نسخہ میں وہ موجود ہے۔ قرآن شریف میں ہے ولوشاء اللہ لجعلکم امة واحدة ولکن یضل من یشاء ویھدی من یشاء ولتسئلن عما کنتم تعملون۔ (النحل۔ ۹۳) ڈاکٹر منگانا کے حاصل کردہ نسخہ میں ولکن یضل من یشاء کی جگہ ولکن یضل اللہ من یشاء ہے۔ پس پس اس سے ڈاکٹر منگانا ثابت کرتا ہے کہ قرآن نے لفظ اللہ کو یہاں چھوڑ دیا ہے جو اس کے نزدیک اصل نسخہ میں تھا۔ جو خوش قسمتی سے ڈاکٹر منگانا کی لیڈی دوست کے ہاتھ لگ گیا۔ ہمیں اس بات کا افسوس نہ ہوتا۔ کہ ایک پادری نے کچھ غلط بیانی کی ہے۔ یا کچھ غلط نتائج

بتانے میں اگر وہ ادنیٰ درجہ کی دیانتداری سے بھی کام لیتا اور ایک جگہ ہی یہ مان لیتا کہ ممکن ہے یہاں اِس کے مسودہ میں بھی غلطی ہو۔ مگر ہر جگہ اِس مسودہ کو اِس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کہ گویا ابا عن جد یہ نسخہ اِس کے قبضہ میں چلا آیا ہے اور اِس کے کسی بڑے بزرگ نے خود اِن متفرق اوراق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ حالانکہ خود اعتراف بھی کیا ہے۔ کہ ہمیں اِس کے لکھے جانے کی تاریخ تک کا کچھ بھی علم نہیں صریح بے ایمانی اور بد نیتی ہے۔ اور یہ کلنک کا ٹیکا اب جب تک دُنیا باقی ہے۔ پادری مذکور کے ماتھے سے دھویا نہیں جائے گا۔

آیت کے اِس ٹکڑے کو ولاکن یضل من یشاء کل سے الگ کر لو تو ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ولاکن یضل من یشاء میں فاعل کو حذف کر دیا ہے۔ اور اس کا ذکر کوئی نہیں۔ اور ولاکن یضل اللہ من یشاء میں فاعل کا ذکر موجود ہے۔ اِس لیے قرین قیاس ہے۔ کہ اصل اسی طرح ہو جس طرح ڈاکٹر منگانا لکھتا ہے۔ اور کل آیت میں سے صرف اس ٹکڑے کو پیش کرنے سے بھی غرض ڈاکٹر منگانا کی ہے۔ لیکن جب ہم ساری آیت کو پڑھتے ہیں ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولاکن یضل من یشاء ویھدی من یشاء ولتسئلن عما کنتم تعملون۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی گروہ بنا دیتا۔ لیکن وُہ جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھیراتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو ضرور اس سے سوال کیے جاؤ گے۔ اب دیکھو اللہ کا لفظ جو آیت کے پہلے حصہ میں آگیا ہے۔ اس کا دوسرے حصہ میں حذف کرنا اور صرف ضمیر کے ذریعہ سے اِسے ظاہر کرنا ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اگر ولکن یضل من یشاء میں لفظ اللہ کو دُہرایا جائے۔ تو نہ صرف یہ بے ضرورت ہوگا۔ بلکہ ولکن یضل اللہ من یشاء کے ساتھ پھر اس کے مقابلہ کے فقرہ میں ویھدی اللہ من یشاء ہونا چاہیئے۔ پس یہ ڈاکٹر منگانا کی چالاکی ہے۔ کہ آیت کا ایک ٹکڑہ پیش کیا ہے تاکہ اِس کے اندر لفظ اللہ کا نہ ہونا ایک حذف معلوم ہو۔ حالانکہ اگر وُہ پوری آیت کو پیش کرتا تو اُس کی یہ چالاکی کام نہ دے سکتی۔ اور ہر ایک پڑھنے والا خود دیکھ لیتا۔ کہ اصل الفاظ قرآنی میں لفظ اللہ کو چھوڑا نہیں گیا۔ بلکہ اِس کا دوبارہ نہ لانا اور ضمیر کے ذریعہ سے

ظاہر کرنا ہی عین فصاحت ہے۔پس درحقیقت یہ کاتب کی غلطی تھی۔کہ اس سے لفظ اللہ دوبارہ سہواً لکھا گیا۔اور غالباً اگر کسی صحیح نسخہ سے مقابلہ کرنے کا اسے موقعہ ملتا۔تو وہ اس غلطی کو درست کر دیتا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں۔کہ فدا بھی بے احتیاطی سے تحریر میں غلطیاں راہ پا جاتی ہیں اور کسی نسخہ کو غلطیوں سے صاف رکھنے کے لیے علاوہ اس کے لکھنے میں احتیاط برتنے کے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا بھی ضروری ہے۔اس لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سے یہ احتیاط فرمائی۔کہ اکیلی تحریر پر ہی سارا بھروسہ نہیں کیا بلکہ ہر ایک آیت نازل ہونے کے ساتھ اگر ایک طرف لکھی جاتی تھی۔تو دوسری طرف بہت سے حافظوں میں محفوظ ہو جاتی تھی۔اور اس طرح پر ایک ایک لفظ ایک طرف کاغذوں میں دوسری طرف آدمیوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا چلا جاتا تھا۔اور جو احتیاط خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے نزول کے ساتھ ساتھ برتی تھی۔تاکہ یہ خدا کا آخری کلام ہر طرح کی غلطی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے وہی احتیاط حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس وقت برتی جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کے اتفاق رائے سے قرآن کریم کے جمع کرنے کے کام پر آپ کو مامور فرمایا تو گو حضرت زید خود ایک دراز عرصہ سے وحی الٰہی کی کتابت کے کام پر مامور رہے تھے۔مگر انھوں نے بڑی محنت سے تلاش کر کر کے ان اصل تحریروں کو اکٹھا کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں۔اور دوسری طرف ان صدہا انسانوں کے حافظوں سے ان کا مقابلہ کیا جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مونھ سے الفاظ قرآنی کو سُنا تھا۔اور آپ کے سامنے انھیں حفظ کر لیا تھا اور پھر ان پاک الفاظ کو اپنا سب سے بڑا خزانہ سمجھ کر اُن کو اپنے سینوں کے صندوقوں میں ایسا محفوظ کر لیا۔کہ ایک زیر و زبر کا فرق اُن کے نزدیک ایک عالم کے زیروزبر ہو جانے سے بڑھ کر تھا۔پھر حضرت عثمانؓ نے نہایت احتیاط کے ساتھ اسی حضرت ابوبکرؓ والے نسخے کی احتیاط سے نقلیں کرا کر اسلامی دُنیا کے بڑے بڑے مرکزوں میں بھیج دیا۔اور اُن نسخوں کو جن کے لکھنے میں کافی احتیاط نہیں برتی گئی ہو گی جلا دیا۔تاکہ اُن کی غلطیاں آئندہ کے لیے سند نہ بن جاویں۔

پس ایسے حالات میں اگر قرآن کریم کو حفاظت کا اعجاز عطا ہوا ہے تو وہ اُسکا حقدار تھا اور تیرہ سو سال سے اِس کی پاکیزگی اور حفاظت دوست اور دشمن دونوں کے لیئے حیرت کا موجب رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ یہ اس کی حفاظت بیشک دوُسروں کے لیے رشک کا موجب ہونی چاہیئے۔ مگر اِس رشک کو ایسے خطرناک حسد کا رنگ دیدینا۔ کہ اِس میں انسان اپنے آپ کو بھی جلاوے عقلمند کا کام نہیں۔ اور علم۔ تحقیق اور راستبازی کے سوالات میں عمداً ہر بات میں دھوکا دینے کی کوشش کرنا ایک ایسا جرم ہے۔ جس کو تاریخ انسانی کبھی عفو کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی

پادری صاحب اس خطرناک الزام کے ماتحت ہیں۔ کہ اُنھوں نے عمداً اس جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ رائی کا پہاڑ بنایا ہے۔ کتابت کی غلطیوں کو بڑے زور و شور سے اختلافات کے رنگ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ مبہم الفاظ کو صاف الفاظ کی بجائے رکھدیا ہے۔ معانی کو بگاڑا ہے۔ غرض جو نا کردنی کام تھا۔ اِس کو محض قرآن کریم پر حملہ کرنے کے لیے جائز قرار دے کر اِس کا ارتکاب کیا ہے۔

بیشک اگر ان جرائم کا ارتکاب بدنیتی سے نہ کیا گیا ہوتا تو ہم ڈاکٹر منگانا کو بڑی بڑی غلطیوں کے لیے بھی قابل معافی سمجھتے۔ کیونکہ تحقیق کے کام میں غلطیاں بھی انسان سے ہوجاتی ہیں لیکن ڈاکٹر منگانا نے چند منتشر اوراق کو جن کی تاریخ کا کوئی پتہ نہیں۔ لکھنے والے کا پتہ نہیں۔ یہ علم نہیں کہ کب سے یہ اوراق کس کی حفاظت میں تھے۔ غرض چند محض مجہول اوراق کو جن کی صحت کا کوئی شخص ذمہ لینے والا بھی نہیں تھا۔ جن کے پڑھے جانے میں دقت پر دقت یہ ہے کہ اِن الفاظ کو پہلے پورے طور سے دھویا جاتا ہے۔ پھر ان کے اوپر ایک غیر زبان کی عبارت لکھی جاتی ہے۔ پھر اس عبارت کے اوپر ایک اور عبارت لکھی جاتی ہے۔ پس اِن مٹائے ہوئے حروف کو دوہری عبارتوں کے نیچے سے جن کے نیچے وُہ بالکل دُھندلے ہو رہے ہیں۔ پڑھ کر اِن پر ایسا وثوق کرنا کہ قرآن کریم کے مستند اور صحیح نسخوں کو بات بات میں اِن کے سامنے بے اعتبار غلط محرّف مبدل ٹھیرایا جائے۔ یہ کسی پہلے درجہ کے بے شرم انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ جس شخص کو کچھُ شرم و حیا ہو وہ ایسے فعل کا کبھی ارتکاب

نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر لیوس نے اپنی زنانہ فراست کے ساتھ اِن اوراق کی اصل قدر و قیمت کو بہتر طور پر سمجھ لیا۔ جب اُس نے ایسے چند اختلاف دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ یہ ہجا کی غلطیاں ہیں۔ مگر ڈاکٹر منگانا کو تعصب کی رنگ دار عینک نے مجبور کیا۔ کہ اِن معمولی کاتب کی غلطیوں یا پچھلی تحریروں کی وجہ سے نقصوں کے پیدا ہو جانے پر ایک اور ہی رنگ چڑھا کر دُنیا میں اپنی شہرت کا ڈنکہ بجائیں۔ اور اس شوق میں اس قدر محو ہوئے کہ یہ بھی نہ سوچا۔ کہ بجائے شہرت کے یہی اُن کی ذلت کا موجب نہ ہو۔ ڈاکٹر لیوس کے دوستوں نے جن میں مشرقی عالم اور عربی کے فاضل بھی تھے۔ گیارہ سال تک اِن اوراق کو دیکھا اور ان سے کوئی نتیجہ نہ نکالا۔ مگر ڈاکٹر منگانا نے محض چالاکی سے معمولی ہجوں کی غلطیوں اور پڑھنے کی مشکلات کو خود تحریف کا ارتکاب کر کے تحریف کا جامہ پہنا کر انھیں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن محض اس بدنیتی کی وجہ سے پادری صاحب کو ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑا۔ اور سوائے جُہلاء کے کوئی شخص اِن اوراق کو وہ وقعت نہیں دے سکتا جو ڈاکٹر منگانا نے دی ہے۔ خدا کا کلام ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔ اِس کے اندر کوئی اختلاف راہ نہیں پا سکا اور نہ آئندہ پائے گا۔ اور جن الفاظ پر ڈاکٹر منگانا نے حملہ کیا ہے وہی اُس کے حملے اور اس جیسے دُوسرے حملوں کا ہمیشہ کے لیے جواب ہیں

انهم لن يغنوا عنك من الله شيئا۔

اللہ کی حفاظت کے مقابل میں ایسی اختراعات کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔

قرآن کریم کا بول بالا

تحریف بائبل کا مسلّم ہونا

ڈاکٹر منگانا۔ اور قرآن کریم کو محرّف ثابت کرنے کی ایک بیہودہ کوشش۔

آج یہ امر تحقیق میں آگیا۔ کہ بائبل محرّف و مبدّل ہے۔ جو بات تیرہ صد برس ہوئے قرآن نے کہی وہ ثابت ہوگئی۔ کیا عجب بات ہے۔ قرآن ایک وقت عیسائیوں کے نزدیک اس لئے انسانی کتاب سمجھا گیا۔ کہ اُس نے انجیل و توریت پر تحریف کا حرف رکھا۔ کہا یہ گیا۔ کہ بائبل کا تو لفظ لفظ الہامی ہے۔ اور رُوح القدس کی تائید سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ممکن نہیں کہ اِس میں تحریف ہو۔ لہذا اگر قرآن خدا کی طرف سے ہوتا تو بائبل کو محرّف نہ کہتا۔ لیکن آج گذشتہ پچاس برس کے اندر بعض اکتشافات نے روشنی میں آکر یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ کہ جو کچھ قرآن نے انجیل و توریت کے متعلق کہا وُہ صحیح اور درست تھا۔ بائبل کی تحریف جو آج ثابت ہوئی وُہ لفظی تبدیلی تک ہی محدُود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ایک واقع کو اگر ایک جگہ ایک قسم کے الفاظ میں لکھا گیا۔ تو پھر اُس واقعہ کو دُوسرے الفاظ میں دوہرایا گیا اور اس کا مفہوم و معانی پہ کوئی اثر نہ ہوُا در اصل یہ تو کوئی تحریف نہیں۔ بلکہ آج تو تحریف بائبل اپنے حقیقی معنوں میں ثابت ہوگئی اسمیں بعض [illegible]ت اور عبارتیں جو مدّتوں سے اناجیل میں درج ہو رہی تھیں۔ وہ بالکل جعلی اور الحاقی [illegible]بت ہوئیں اور انکا نام و نشان تک قدیم نسخوں میں پایا نہیں جاتا۔ انمیں ایسی آیات بھی ہیں

جو بعض عقائد اور اعمال کی بنیاد ہیں کیا یہ حیرت ناک امر نہیں ہے کہ اٹھارہ اُنیس سو برس سے یہ کتابیں چلی آئیں ان کے تراجم بھی متواتر ہوں اور کوئی مترجم یا کلیسیا کا افسر زمانہ کو اس جعل کی اطلاع نہ دے۔ زمانہ خود بخود ہی تحقیق پر اُتر آئے۔ اور جب تحقیق و تنقید کے بعد معترضین کا ایک شور عظیم اُٹھے کہ مروجہ تراجم انجیل میں جو بعض آیات ہیں وہ قدیم نسخوں میں نہیں اُس وقت چپکے سے ان آیات کو آخری اصلاح شدہ ترجمہ سے نکال دیا جاوے۔

کیا یہ واقعہ قرآن کو منجانب اللہ ثابت نہیں کرتا۔ قرآن سے صدیوں پہلے انجیل اسی شکل میں ہو۔ قرآن کے نزول تک اس کی صحت پر کوئی حملہ نہ ہو۔ آج اٹھارہ اُنیس صدیوں کے بعد یورپ کے فضلاء تمام قدیمی ذخائر علمی اور خزائن کتب کو چھان ماریں۔ پرانے سے پرانے صحیفے اور نسخے بہم پہنچا دیں۔ مقابلہ پر اُن میں اور موجودہ اناجیل میں نہ صرف یہی فرق ہو جیسے کہ ہمیشہ پادری صاحبان کہا کرتے ہیں۔ کہ واقعہ مندرجہ تو دراصل ایک ہی ہے۔ ہاں قدیمی نسخوں نے اُسکو جن الفاظ میں بیان کیا ہے اُسے اور لفظوں میں مروجہ نسخوں نے ذکر کر دیا ہے۔ بلکہ آیات پر آیات کی تحریف ثابت ہو۔ اور غضب تو یہ کہ جن آیات پر موجودہ مسیحیت کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ اُن کا نام و نشان تک بھی قدیمی نسخجات میں نہ ہو۔ یہ ہے وہ خطرناک تحریف انجیل جو ابتدا سے چلی آئی اور جس پر آج تک مترجمین نے پردہ ڈالے رکھا۔ کیا جن امُور کی تحقیق تدقیق پر صدیاں خرچ ہوں۔ اور جن کے لیے صدہا سُلجھے ہوئے دماغ اور اعلےٰ سے اعلےٰ قابلیتیں خرچ ہوں۔ کیا اُس امر کی اطلاع اور وہ بھی حکمی طور پر دُنیا کو ایک امی لقب دے سکتا ہے۔ اگر علیم خبیر خدا اُس پر الہام نہ کرے۔ کیا آنحضرت صلعم کے وقت موجودہ تحقیق و تدقیق کے ذرائع موجود تھے۔ کیا وہ کبھی اِن تحقیقوں میں پڑے۔ کیا اُس وقت کا زمانہ انجیل کی صحت پر شک رکھتا تھا۔ کیا اُس وقت کی کوئی ایسی کتاب یا قول یا روایت دُنیا میں موجود ہے جس میں انجیل و توریت میں تحریف ہونے کے متعلق اشارہ کنایہ تک بھی ہو۔ اگر یہ واقعات اُس وقت نہ تھے تو کیوں ایک متدیّن اور شریف محقق اس بات پر یقین نہ کرے کہ آنحضرت صلعم نے محض عالم الغیب سے علم پا کر دُنیا کو اطلاع دی کہ انجیل اور توریت محرّف و مبدّل ہیں۔

عقیدۂ تثلیث کی بنیادی آیت

کاش یہ تحریفیں مسیح کے معمولی واقعات زندگی

کے متعلق ہوتیں تو چنداں مذائقہ نہ تھا۔ غضب تو یہ ہے کہ یہ تحریفیں اور یہ الحاقات ایسی آیات کے متعلق ہیں جن پر موجودہ عیسائی مذہب کی بنیاد ہے۔ کل اناجیل چھان مارو عقیدۂ تثلیث کی ذمہ دار صرف ایک ہی آیت ہے۔ جو یوحنا کا پہلا خط۔ پانچویں باب کی ساتویں آیت میں بالفاظ ذیل ہے:۔

"کیونکہ صرف تین ہی ہیں جو آسمان پہ لکھے گئے ہیں۔ باپ۔ کلمہ (بیٹا) اور رُوح القدس اور یہ تین ایک ہیں"

یہی ایک آیت کل انجیل میں ہے۔ جس پہ عقیدۂ تثلیث کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہی مقدس الفاظ اُس نہ سمجھ آنے والے قول کے ذمہ دار ہیں۔ یعنے تین ایک میں اور ایک تین میں یہی وُہ صداقت ہے جس کا اعلان رُوح القدس کی مدد سے یُوحنا کرتا ہے۔ انھیں الفاظ کو اٹھارہ اُنیس سو برس سے خدا کا الہام اور خدا کے وحی کردہ الفاظ تسلیم کیا گیا ہے۔ انھیں الفاظ کو ہم اُس انگریزی ترجمہ انجیل میں پاتے ہیں جو جیمس شاہ انگلستان کے وقت ایک کمیٹی نے کیا۔ اور جو آئندہ اردو انگریزی تراجم کا ذمہ دار ہے۔ لیکن آج جو بعد از اصلاح آخری ترجمہ ہمارے سامنے آیا ہے تو اس آیت کے ترجمہ پہ ہم زبان کی اصلاح ہی نہیں دیکھتے بلکہ سرے سے اِس آیت کو ہی ہم انجیل سے خارج پاتے ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ پرانے اور قدیمی نسخوں میں اس آیت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

مسیح کا مشن کل دنیا کے لئے نہ تھا

اناجیل کے پڑھنے سے یہ امر صاف پایا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے اپنی زندگی میں اسرائیلیوں سے باہر کسی کو مخاطب نہیں کیا۔ وہ صرف یہود کی پراگندہ بھیڑوں کو جمع کرنے آیا تھا۔ اُس نے غیر مختونیوں یعنی رومی وغیرہ کو اپنی شاگردی میں لینے سے بڑی سختی کے ساتھ انکار کیا۔ جب کسی غیر اسرائیلی نے اُس کی اتباع چاہی یا اُس سے مستفید ہونا چاہا تو اُس نے (بالفاظ مسیح) "بچوں کی روٹی کتوں کے آگے" اور سوروں کے آگے موتی پھینکنے نہ چاہے۔ خود کتاب اعمال کے دیکھنے سے بھی یہی سمجھ آتا ہے کہ بعض حواریوں نے ہمیشہ اسرائیلیوں کے علاوہ کسی اور تک مسیح کا مشن پہنچانا صحیح نہ سمجھا۔ بلکہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ پولوس غیر مختونیوں (یونانیوں) کو عیسائی بنا رہا ہے

تو دوسرے حواریوں نے اُس کا یہ طریق عمل غلط قرار دیا اور اُس کو ایسا کرنے سے روکا۔

یہ اُمور مسلّمہ ہیں اور پادری صاحبان کو ماننا پڑتا ہے کہ بیشک مسیح کا مشن مدۃ العمر اسرائیلیوں تک ہی محدود رہا۔ اور اُس نے غیر اسرائیلی لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ لیکن انجیل مرقس کے آخری باب کی بُنیاد پر کہا جاتا ہے کہ مسیح نے صلیب کے واقعہ سے کچھ وقت پہلے اپنے حواریین کو کہا۔ کہ تم کل دنیا میں جاؤ۔ اور کل دُنیا کی قوموں میں انجیل کی منادی کرو۔ یہی ایک آیت ہے جس کی بنا پر یہ عیسائی مشن کل دُنیا میں پھیلائے گئے ہیں۔ یہ آیت اُن گیارہ آیات میں سے ہے جو انجیل مرقس کے آخری باب کی نویں آیت سے چل کر بیسویں آیت پر ختم ہوتی ہیں۔ اس میں مسیح کے حواریین کو وعدہ دیا ہے۔ کہ اُن میں معجزہ کرنے کی طاقت ہوگی اُن پر زہر اور سانپ اثر نہ کرے گا۔ وہ مختلف بولیاں بولیں گے۔ وہ مریضوں کو اچھا کرینگے انھیں گیارہ آیات میں ایک یہ بھی آیت ہے" وہ جو ایمان لائے گا اور بپتسمہ پاویگا وہی نجات پاوے گا۔ لیکن وہ جو ایمان نہ لائے گا۔ وُہ ہمیشہ کے لیے ہلاک کیا جاوے گا"

اِن آیات کا عیسائی دنیا پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ وہ مذہب جو صرف یہودیوں کی اصلاح کے لیے دُنیا میں آیا۔ اُس کو کل دُنیا کے کونوں میں پُہنچانے کی کوشش کی گئی۔ وہ مذہب جو ایک منکسر المزاج انسان کا تعلیم کردہ تھا۔ جو دشمنوں سے محبت کرنا۔ اور دائیں گال پر مار کھا کر بائیں گال پیش کرنے کا سبق دیتا تھا۔ اُسی مذہب کے لیے محض اسی آیت کی بنیاد پر کہ جو ایمان نہ لائے گا ہلاک کیا جاوے گا۔ دُنیا کشت و خون سے بھر دی گئی۔ کیا اس عقیدہ نے کہ ایمان نہ لانے والا ہلاک ہوگا۔ یورپ میں عیسائیت کے نام پر وہ مظالم نہیں کرائے کہ جن کی نظیر دُنیا میں نہیں۔ قتل مقاتلہ ہلاکت۔ زندہ آگ میں جلانا۔ اور وہ مظالم کہ ذکر کرتے ہوئے انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک کلیسیا نے دوسرے کلیسیا کے مقابل کیے۔ اِن سب کا ذمہ دار بھی ایک یقین تھا۔ کہ آخر خدا تعالےٰ نے بھی ان بے ایمانوں کو ابدی جہنم دینا ہے۔ کیوں خدا کا فعل یہاں ہمارے ہاتھ سے ہی نہ ہو جاوے۔ پھر یہی آیات اُن دروغ آمیز داستانوں اور کذب سے معمور روایات کی ذمہ دار ہیں۔ جن میں ابتدائی عیسائی راہبوں اور احبار کی کرامتیں اور معجزے مندرج کیے گئے۔ کیونکہ ان آیات میں

حواریوں سے معجزانہ طاقت کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ مریضوں کو اچھا کریں گے۔ سانپ اور زہر کا اُن پر اثر نہ ہوگا۔ وہ مختلف بولیاں بولیں گے۔ پھر ہم کتاب اعمال باب دوم میں حواریوں پر رُوح القدس کا نزُول دیکھتے ہیں۔ جب کل حواری مختلف قسم کی بولیاں بولنے والے اور دیگر اعجازی طاقتوں کے مالک ہوگئے۔ یہ باتیں سب کی سب بے اصل سمجھی جاتیں۔ اگر کلیسیا کی آیندہ تاریخ میں ان اعجازی واقعات کا تکرار نہ ہوتا۔ چنانچہ ہزار در ہزار روایات ابتدائی تاریخ کلیسیا میں موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اکثر ابتدائی قسیسین اور راہبین سے وُہ تمام اعجازی باتیں ظاہر ہُوا کرتی تھیں جن کا وعدہ مسیح نے حواریوں سے کیا تھا۔ لیکن زمانہ دن بدن اپنی تحقیق میں بڑھتا گیا۔ اور جب مسیح کے خاص الخاص پیرو مخالف محققین کے مطالبہ پر ان طاقتوں کے دکھلانے سے عاجز اور عاری ثابت ہوئے۔ تو ان آیات کی اور تشریح ہونے لگی آج سے بیس پچیس سال پہلے عام طور پر تشریحاً پادری صاحبان کہا کرتے تھے۔ کہ ان وعدہ کردہ طاقتوں سے مراد یہ ہے۔ کہ پادری صاحبان مختلف زبانیں سیکھ لیں گے۔ چنانچہ پادری صاحبان کا ہی گروہ ایسا گروہ ہے جو اور قوموں کے مقابل غیر زبانیں زیادہ تر جانتا ہے۔ سانپ اور زہروں کے اثر کے متعلق یہ تشریح کی گئی۔ کہ دُنیا میں عیسائی قومیں طبی تحقیقات میں اِس قدر بڑھ جاویں گی۔ کہ وُہ زہروں اور سانپوں کے مقابل تریاق اور دافع زہر ادویات دریافت کرلیں گے۔ یہ تشریحات جس قدر بیہودہ اور بے معنی تھیں وُہ تو ظاہر ہے۔ لیکن ان شارحین نے کبھی یہ غور نہ کیا کہ کلیسیا کی ابتدائی تاریخ میں تو جن بزرگ اور مقدس عیسائیوں کا ذکر ہے اُن کے متعلق وہاں لکھا ہے کہ وُہ تو معجزانہ طریق پر مختلف زبانیں بولتے اور سانپوں سے کھیلتے تھے۔ نہ کہ طالبعلمانہ طریق پر یونیورسٹیوں میں جاکر مختلف زبانیں سیکھتے اور فادزہر ادویات کا علم حاصل کرکے سانپ اور زہر کی تاثیروں سے بچ جاتے تھے۔ اور پھر اس میں عیسائیوں کی خصوصیت کیا ہے۔ غیر عیسائی بھی زبانیں سیکھ سکتے اور حکیم اور ڈاکٹر بن سکتے ہیں اور بنتے ہیں۔ پھر انھیں آیات کی بناء پر چند سال ہوئے عیسائی دُنیا میں ایک اور جماعت موسُوم بہ ریوائی ولیسٹ (مجددین) پیدا ہوئی جو اس وقت بھی ویلز اور امریکہ اور یورپ میں بہ کثرت موجود ہے۔ انہیں عورتیں کثرت سے ہیں۔ وُہ ایک وقت اکٹھے

ہوتے ہیں۔ پھر جوش اور جذبہ میں آکر مختلف حرکات کرتے ہیں اور اُن میں سے بعض اجنبی اور بے معنی الفاظ منہ سے نکالتے ہیں اور ان الفاظ کو دیگر زبانوں والا معجزہ قرار دیا جاتا ہے جسکا وعدہ ان آیات زیر بحث میں ہے۔

الغرض انجیل مرقس کی آخری فصل کی آیت نو سے لے کر آیت بیس۲۰ تک یعنے گیارہ آیات اِن تمام تکلیف دہ امور کی ذمہ دار ہوئیں۔ اِسی سے عیسوی مشن کو یہودی قوموں سے باہر اور قوموں تک بھیجا گیا۔ اور دُنیا پر زبردستی مسیح کا مذہب پیش کیا گیا۔ یہی آیات یورپ میں خطرناک خونریزی کا ذمہ وار تیسری صدی سے لے کر آج تک ہوئیں۔ اور یہی آیات ان دروغ آمیز داستانوں اور روایات کو دنیا میں لائیں جن میں ابتدائی عیسائی بزرگوں کے معجزات اور کرامتیں مندرج ہیں۔ کس قدر دردناک یہ امر ہے کہ آج یہ گیارہ کی گیارہ آیات قطعی جعلی اور الحاقی ثابت ہوئیں۔ صدیوں تک تو یہ آیات انجیل کے تراجم میں درج ہوتی رہیں۔ لیکن آج جو آخری اصلاح شدہ ترجمہ دُنیا کے آگے پیش ہوتا ہے تو اس میں سے یہ گیارہ کی گیارہ آیات بڑی خاموشی کے ساتھ نکال دی جاتی ہیں اور حاشیہ پر ذیل کا نوٹ دیدیا جاتا ہے۔

"دو قدیمی یونانی نسخوں میں اور ایسا ہی دیگر مستند نسخوں میں یہ نو سے لے کر بیس کی اخیر تک آیات موجود نہیں۔ اور بعض دیگر نسخے اِس انجیل کو کسی اور طریق پر ختم کرتے ہیں"

آہ کس قدر ظلم دُنیا پر ہوُا۔ پھر یہ مترجم جو آئے دن ترجمے پر ترجمے شائع کرتے رہے۔ کیا اُنکی نگاہ سے یُونانی نسخے نہ گذرے۔ پھر حیرت آتی ہے۔ کہ جب انجیل مرقس کے دیگر نسخے اس کے آخری باب کو کسی اور بیان پر ختم کرتے ہیں تو کیا یہی خدا کا کلام اور رُوح القدس کے اثر سے لکھی ہوئی کتاب تسلیم کی جاتی تھی۔ جو انکشاف آج دنیا پر اِن آخری مصلحین ترجمہ کے طفیل ہوُا اُنکے متقدمین کے سامنے بھی تو یہ قدیمی یونانی نسخے موجود ہونگے پھر کیوں آج تک خاموشی اختیار کیگئی اور کیوں برسوں سے اِس جعل پر پردہ ڈالا گیا اور خلقِ خدا کو دھوکہ میں رکھا گیا۔ لیکن ہم کیا کریں۔ اور کس کس بات کو روئیں ابتدائی کلیسیا میں تو یہ عیب مُدت تک جاری رہا خدا کے جلال کو دُنیا میں قائم کرنے اور اُس کو پھیلانے کے لیے کذب و فریب سے کام لینا تو اُن کے ہاں ایک ثواب کا کام تصدیق سمجھا گیا تھا۔

ان حالات کے باعث اگر ابتدائی کلیسیا کے پرستار مذہب کی عزت اور اُس کے استحکام کے لیے تقدس مآب کذب وافترا کو استعمال کریں تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا۔ بدقسمتی سے بعض مقدس صحائف میں بھی اپنے کذب کو۔ خداوند کی سچائی کو جلال تک پہونچانے کا آلہ بنانے میں چنداں تامل نہیں کیا گیا۔

غلط واقعات کا لکھنا تو ابتدائی کلیسیا میں کچھ ایسا دائر اور سائر تھا کہ آخر کار بشپ ایلی کاٹ کو تسلیم کرنا پڑا کہ ابتدائی عیسائیت میں "مقدس فریب" کا اصول برابر جاری تھا سینٹ یوسی بس بڑے فخر سے لکھتا ہے کہ مینے وہ تمام باتیں لکھیں جن سے عیسائیت کا جلال قائم ہو اور اُن تمام باتوں کو چھپایا جن سے اس مذہب کی ذلت ہوسکتی تھی۔ افسوس اس تقدس پر اور اس فخریہ اعلان پر!

وُہ زمانہ جس میں عیسائیت نے یورپ میں آکر نشو ونما پایا۔ وہ زمانہ بالفاظ بشپ ایلی کاٹ ادبی اور علمی فریب کا ایک زمانہ تھا۔ کتابوں کی کتابیں اور مسودوں کے مسودے طیار ہوتے۔ اور دوسروں کے نام پر منسوب کرکے شہرت دیے جاتے۔ اور جب کبھی ان مقدس ... ان تصنیفی جعلوں کا الزام دیا جاتا تو بقول جرمن ڈاکٹر گیسی لر یہ لوگ اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر ٹھنڈا کر لیتے۔ کہ یہ جو کچھ کیا گیا نیک نیتی سے کیا گیا۔

یہ امر مسلّم ہے کہ جب ان اناجیل اربعہ کو کلیسیا نے انتخاب کیا تو صدہا اور نسخہ جات بھی انکے علاوہ موجود تھے جو ان چار انجیلوں سے مختلف تھے۔ کن وجوہ پر انکا انتخاب ہوا۔ اور کن وجوہ پر دوسرے نسخہ جات کو جعلی قرار دیا گیا۔ یہ امر خود بہت سے امور پر روشنی ڈالتا ہے۔ کیا اگر باقی کی انجیلیں دروغ گو وقائع نگاروں نے لکھی ہوئی تھیں۔ تو ان چار انجیلوں کی صحت پر کونسی دلیل تھی۔ کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے کہ صدہا انجیل نگار دروغگوئی سے کام لیتے تھے۔ جس مذہب کے ابتدائی بزرگ سینکڑوں نسخے جعلی طیار کرسکیں۔ اور پھر جو ان میں سے چار انتخاب ہوں وُہ بھی آخر کار جعل سے خالی ثابت نہوں۔ اُس مذہب کو دُنیا میں پیش کرنا۔ اور ایسی کتابوں پر اخلاق اور اعمال کا حصر رکھنا کس قدر غلطی ہے۔

مذہب عیسوی کے جلال کو قائم کرنیکے لیے بعض نے ایسی ایسی خطرناک جعلسازیوں سے کام

لے لیا۔ کہ جن کو سُن کر انسان حیرت میں چلا جاتا ہے۔ کتب خانہ جنیوا میں اس وقت ایک چھٹی رکھی ہوئی ہے جو پیلاطوس کے قائم مقام لینطولوس کی لکھی ہوئی ظاہر کی جاتی ہے۔ اُس پر اُس رومی گورنر کے دستخط بھی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ چھٹی اُس نے رومی سینٹ کو لکھی تھی اِس میں ذیل کا فقرہ بھی موجود ہے۔

"یہودا میں ایک انسان پیدا ہؤا ہے جو بہت سی طاقتیں رکھتا ہے۔ اور اِس کا نام یسوع مسیح ہے"

آج یہ چھٹی جعل ثابت ہوتی ہے۔ اور اس پر رومی گورنر کے دستخط بھی جعلی۔ ایک چھٹی یا کتاب کا از سرِ نو لکھ لینا اور اُس کو کسی بڑے آدمی کے نام پر منسُوب کر دینا تو ایک معمُولی کھیل تھا۔ غضب یہ ہے کہ دیگر اقوام کے مستند مصنفین کی کتابوں میں اس زمانہ کے بعض عیسائی مصنف عبارت کی عبارت الحاق کر دیتے تھے۔

جہودیوں میں ایک مشہور مصنف جوسی فس نام گذرا ہے اُس نے اپنے وقتوں کی تاریخ لکھی ہے۔ اس میں ذیل کا فقرہ بھی ہم پاتے ہیں۔

"اِس وقت یسوع۔ ایک دانا آدمی ظاہر ہؤا ہے۔ بشرطیکہ اُس کو آدمی کہنا صحیح سمجھا جاوے۔ کیونکہ اس سے معجز نما کام سرزد ہوتے تھے۔ اور وہ ایسے آدمیوں کا معلم تھا جو ہش سے بخوشی صداقت قبول کرتے تھے۔ اُس کے متبع بہت سے جہودی اور رومی ہو گئے یہی آدمی مسیح تھا۔ اور اگرچہ ہماری قوم کے بڑے بڑے فاضلوں کے فیصلہ پر پیلاطوس نے اسے صلیب پر کھینچا۔ لیکن وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھا"

یہ وُہ مشہور فقرہ ہے جو مدتوں دنیا کے ہر مشن حال میں گونجتا رہا۔ کتابوں میں اقتباساً آتا رہا۔ مدتوں مشن کالجوں میں ہمیں سنایا گیا۔ اور اس سے مسیح کی صداقت کا استدلال کیا گیا۔ اِس میں جوسی فس جو ایک دشمن قوم یعنے جہودیوں میں سے ہے۔ وہ یسوع کے مسیح ہونے اور اُس کے صلیب پر چڑھنے اور تیسرے دن پھر جی اُٹھنے کی شہادت دیتا ہے اناجیل نویس تو آخر یسوع کے پیرو اور اُس کے حامی تھے۔ اُن پر تو طرفداری کا الزام بھی آسکتا تھا۔ لیکن جوسی فس جیسا مشہور مؤرخ جو جہودی الاصل تھا۔ وُہ صرف ایک فقرہ میں

کل انجیل نگاروں کی تحریروں کا خلاصہ دیدیتا ہے نہ صرف انجیلوں کا خلاصہ ہی بلکہ کل مسیحی مذہب کے بنیادی اصولوں کی شہادت دیتا ہے۔ کوئی شخص مسیح نام تھا وہ معجزات دکہاتا تھا وہ صلیب پر کھینچا گیا۔ وہ مرنے کے بعد تیسرے دن جی اٹھا۔ یہی چند امور ہیں جنکا ذکر اناجیل اربعہ میں ہے اور جن پر عیسائی مذہب کی بنیاد ہے۔ اب یہ سب اناجیل ایک طرف اور جوسی فس کا یہ فقرہ ایک طرف۔ فی الواقعہ یہ جوسی فس کی شہادت ایک نہایت ہی زبردست شہادت تھی جو ہمارے سامنے بسااوقات پیش کی گئی۔ لیکن آج یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا۔ کہ یہ سارے کا سارا فقرہ جوسی فس کی کتاب میں مقدس عیسائی بزرگوں نے الحاق کردیا جس کلیسیا کا اُٹھان اور آغاز ایسے مقدس ہاتھوں سے ہوں جو خداوند خدا کا جلال قائم کرنے کے لیئے غلط بیانی۔ جعلسازی۔ الحاق کو جائز سمجھیں۔ جو کتابوں کی کتابیں فرضی لکھ ڈالیں جو اوروں کی مستند کتابوں میں اپنے مطلب کے الحاق لگادیں۔ پھر کس قدر حیرت ناک بات ہے کہ وہ کمیٹی جو جیمس کے زمانہ میں بیٹھے اور اُس کے سامنے کل۔ قدیمی نسخے ہونگے جنمیں بہت سے قدیمی یونانی نسخوں میں ان آیات زیر بحث بالا کا نام تک بھی نہ ہوگا جو اس وقت بعض امور مذہبی کی بنیاد ہیں۔ پھر یہ کمیٹی اُن قدیمی نسخوں کی تو پرواہ نہ کرے۔ اور بعد کے نسخوں کی ان ملحقہ آیات کا ترجمہ کردے۔ پھر آئے دن ان تراجم کی اصلاح ہو اور ہر اصلاحی کمیٹی قدیمی نسخوں کا معائنہ کرلے۔ اور جیمس اول کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی بھلے مانس کو خیال نہ آیا۔ کہ دُنیا کو اس غلطی سے بچایا جاوے۔ اور اطلاع دیجاوے۔ کہ جن آیات پر تثلیث اور عیسائی مشن کو غیر قوموں تک پہنچانے۔ اور بے ایمان کو ابدی جہنّم کا وارث قرار دینے کی بنیاد ہے۔ وہ بالکل جعلی اور الحاقی ہیں۔ ہاں جب خود متشکّین کا ایک گروہ پیدا ہو کر ان تمام اناجیل کی تنقید کیے اور ان جعلسازیوں اور الحاقوں کو زمانہ کے علم میں لائے۔ تو اُسوقت نہایت خاموشی سے نئے اصلاح کردہ ترجمہ میں سے ان آیات کو نکال دیا جاوے اور تسلیم کرلیا جاوے کہ یہ آیات قدیم نسخوں میں نہیں۔ کیا کسی مذہب کی بنیاد اُس کی الہامی کتاب یا بانی مذہب کی تاریخ ہی نہیں ہوا کرتی۔ پھر جب الہامی کتاب یا اُس کی تاریخ کا یہ حال ہو تو کیوں اُس کی بنیاد پر مذہب کی تبلیغ دُنیا میں ہو رہی ہے۔ کیا کسی عدالت میں وہ دستاویز

قابل عزت سمجھی جاتی ہے۔ جس کا ایک حصہ جعلی سمجھا جاوے۔ کیا یہ دبہل کسی ہوشمند کے سامنے قابل پذیرائی ہوتی ہے۔ کہ دستاویز کا جعلی حصہ چھوڑ دیا جاوے۔ اور باقی کا حصہ شہادت میں لیا جاوے۔ کوئی عقلمند اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر مذہب جیسے اہم معاملہ میں کیوں ایسی شہادت کو لیا جاتا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسی ناقابل اعتبار کتاب میں اس کا وہی حصہ جعلی ثابت ہوتا ہے جو اُس دین اور مذہب کی بُنیاد ہے۔ عیسائی صاحبان اب کیوں دُنیا کو تثلیث کا غلط عقیدہ تعلیم کرتے ہیں۔ جب اُس کی بُنیادی آیت انجیل میں جعلی نکلی۔ بہرحال کیوں عیسائی مذہب غیر اقوام تک پہونچایا جاتا ہے جب جناب مسیح کھُلے کھُلے الفاظ میں اپنی تمام مدۃ العمر غیر اسرائیلیوں کو اپنا مذہب سکھلانے سے پرہیز کرتے رہے اور اس امر سے نفرت کرتے رہے۔ اور جن آیات مندرجہ انجیل مرقس کی بنیاد پر پادری صاحبان نے یہ حق سمجھ رکھا تھا کہ مسیح کی انجیل دُنیا کی کل قوموں تک پہنچا دیں وہ آج جعلی اور الحاقی ثابت ہو گئیں تو پھر کیا دیانت اور ایمانداری کا تقاضا نہیں۔ کہ کل عیسائی مشن بند کردیے جاویں۔ اگر عیسائی مشن کے چلانیوالے جناب مسیح کے قول پر چلنا ایمانداری سمجھتے ہیں اور اُس کے کھُلے الفاظ کے خلاف کرنا بے ایمانی اور کور باطنی جانتے ہیں تو آؤ پھر اس معاملہ فارن مشن پر غور کریں۔ انجیل مرقس کے آخری باب کی ان گیارہ آیتوں کو انجیل سے نکال دو۔ پھر مسیح کا ایک قول بھی کل اناجیل میں ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ جسمیں دنیا کی غیر قوموں تک عیسائی مذہب پہونچانے کی اجازت دی گئی ہو۔ پھر تو وہی مسیح کے اقوال رہجاتے ہیں جن میں اُس نے غیر مختونیوں کو تبلیغ مذہب کے معاملہ میں کُتے اور سور قرار دے کر کہا کہ سوءروں کے آگے موتی اور کتوں کے آگے بچوں کی روٹی نہیں ڈالی جاتی۔ کیا کوئی ہے کہ جو اُستاد کے ان وصایا پر عمل کرے ؟ یہ کیا مذہب ہے۔ کہ جس نے صدیوں غلط راہ پر قدم مارا۔ اور آج جب صداقت کھُل گئی۔ تو اُن کے لیے اختیار کردہ قدموں سے واپس ہونا ایک مصیبت ہوگئی۔ آج خدا کی باتیں سچ ہوگئیں اور قرآن کا بول بالا ہوگیا۔ ہو بات تیرہ سو برس ہوئے۔ اِس خدا کی آخری کتاب نے کہی وُہ سچ ثابت ہوگئی جب یہ باتیں انگلستان میں مبلغین اسلام نے پیش کیں۔ اور انگریز نو مسلموں نے پادریوں سے

جائز طور پر مطالبہ کیا۔ کہ جب خدا کا مذہب ہم نے خدا کی کتاب سے سیکھنا ہے نہ کہ ان معلمان مذہب سے۔ اور خدا کی جو کتاب عیسائی مذہب پیش کرتا ہے۔ وہ اب جعلی ثابت ہو چکی ہے اور قابل اعتبار نہیں۔ اور یہ امر محقق ہو گیا ہے۔ کہ مسیح سے دو تین صدیوں کے اندر اندر یہ کتابیں محرّف و مبدل ہو گئی تھیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ خدا جو انسانی ہدایت کے لیے ہمیشہ کتاب پر کتاب بھیجتا رہا جب کوئی کتاب مفقود ہوئی اُس کی طرف سے دُوسری کتاب آئی۔ اور اس لیے آئیندہ نسلاً بعد نسلاً آتی رہی۔ اب اگر جو تعلیم و تلقین جناب مسیح چھوڑ گئے وہ مخدوش و مشتبہ ہو گئی۔ تو کیوں خدا تعالےٰ از سر نو ایک اور کتاب نہ بھیجے۔ یہ ایک جائز مطالبہ تھا جو مغربی نومسلموں نے پادری صاحبان سے کیا۔ اِس کا جواب کیا ہو سکتا تھا۔ صرف یہ کہ ان اعتراضوں کو تو تسلیم کیا جاتا اور قرآن پر من وجہ اِس قسم کے الزام لگانے کی کوشش کی جاتی۔ چنانچہ جو چند صفحات کیمبرج یونیورسٹی پریس میں ڈاکٹر منگانا اور ڈاکٹر اگنیس نے نکالے اور جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ اُن کے قبضہ میں ایسے اوراق قرآن کے موجود ہیں جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے پہلے کے ہیں اور اس میں اور مروجہ نسخہ جات قرآن میں اختلاف ہے اور اس طرح قرآن کے محرّف ہونے کا من وجہٍ اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اسی بات کا نتیجہ ہے

جو اختلاف پیش کیے گئے ہیں اور جو دلائل اُس کے متعلق دیے گئے وہ اس قدر بودے اور بیہودہ ہیں کہ دراصل اُن کا جواب دینا بھی تضیع اوقات ہے۔ لیکن ہم نے یورپین مصنفین کا ان معاملات میں یہ طریق عمل دیکھا ہے۔ کہ وہ پہلے نہایت ہی معمولی طریق پر کسی امر کا جو دراصل بے بنیاد ہوتا ہے اپنی تحریر میں اشارہ کر دیتے ہیں۔ پھر اگر فریق مقابل خاموش رہے تو کچھ مدت بعد اُس پر کچھ ایزاد کر کے بعض نئے امور سمجھاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد مختلف ہتھیار اور قیاس پیش کرتے ہیں اور آخر کار اُس امر کو جو پہلے اشارہ اور کنایہ میں کہا گیا تھا۔ وہ بطور امر مثبتہ تسلیم کر لیتے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر منگانا کی کتاب قرآن کریم کے متعلق اس وقت ابتدائی حالت میں ہے۔ چند نہایت ہی بیہودہ باتیں پیش کر دی گئی ہیں جن لیکن اگر ہماری طرف سے آج خاموشی اختیار کی گئی۔ تو ایک دن کو قرآن کا محرّف ہونا خود بخود

ہی تسلیم کر لیا جاوے گا۔ راقم الحروف نے اس غرض سے مصر اور شام اور مدینہ میں جاکر اور ایسا ہی ہندوستان کے بعض مقامات سے ایسے نسخہ جات قرآن کا فوٹو لیا۔ جو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بتلائے جاتے ہیں۔ ارادہ یہ ہے کہ ڈاکٹر منگانا کی کتاب کا مکمل جواب کتاب کی صورت میں ہو۔ لیکن چونکہ اس غربی اسلامی مشن کی مالی حالت کو درست کرنا اور استحکام پر لانا۔ ایک فرض اوّلین تھا۔ اِس لیے ڈاکٹر منگانا کی کتاب کا جواب لکھنا تعویق میں پڑ گیا۔ لیکن اسی رسالہ میں دُوسری جگہ ایک مضمون مولٰینا مولوی صدرالدین صاحب کے قلم سے شائع کیا جاتا ہے۔ جو ڈاکٹر منگانا کی تحقیقات کے پول کو کھولنے کے لیے کافی ہے۔ اِس کے علاوہ دو اور مضامین بھی اس کتاب کے جواب میں اسلامک ریویو میں نکلے ہیں جو اگلے نمبر میں ہدیۂ ناظرین ہونگے۔ اور اس کے بعد جب جب اللہ تعالٰے ہمیں فرصت اور سکون عطا فرمائے تو ایک مکمل جواب بھی دیا جاوے گا۔

مَیں جب سے انگلستان سے آیا ہوں مجھے ایک دِن بھی چین اور سکون سے گھر بیٹھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مشن کی مالی حالت کا استحکام مجھے ایک مقام پر ٹھیرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن بہرحال اگر اللہ تعالٰے کو منظور ہُوا تو کچھ وقت نکال کر میں اپنی تحقیق کو برعائت اختصار اسلامک ریویو میں لکھ دُونگا۔ ہاں ان تمام امور کی تفصیل ایک مستقل کتاب میں کر دیجاویگی جس کو بحولہ وقوتہٖ ایسے طریق پر لکھا جاویگا۔ کہ مخالفین کا یہ آخری حملہ جو اس رنگ میں محض ہمارے نومُسلم انگلش نژاد بھائیوں کو دھوکہ دینے کے لیے کیا گیا ہے۔ ہمیشہ کے لیے مر جاوے اور پھر مخالف سر نہ اُٹھائے۔

خواجہ کمال الدین

فٹ نوٹ۔ اِس مضمون کے بعض حوالے۔ امریکہ کے رسالہ ریشنلسٹ سے لئے گئے۔

لارڈ ہیڈلے کی تقریر کا جواب

پیارے جناب:-

میں وہ خاتون ہوں جس کی نسبت لارڈ ہیڈلے نے ۲۱- فروری کو مسجد میں بے تعصبی پر تقریر کرتے ہوئے اشارہ کیا تھا- اور میرے ہی خط کا ایک حصہ اُنھوں نے سنایا تھا- جب میں نے اُن کو خط لکھا تھا- تو میرے کبھی وہم میں بھی نہ تھا- کہ میرا خط اس طرح مشتہر ہوگا- لیکن مجھے اِس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ ایسا کیوں ہوُا- اور لارڈ ہیڈلے نے جو میرے الفاظ سنائے وہ ٹھیک وہی تھے جو میں نے لکھے تھے- لیکن یہ میں ضرور کہوں گی- کہ میرے خط کا ایک حصہ غلط طور پر سمجھا گیا- اِس لیے میں اُسے ذرا کھول کر بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں- لارڈ ہیڈلے نے یہ مجھے یقین دلایا ہے کہ آپ میرے خط کو اسلامک ریویو میں خوشی سے درج کر دیں گے اور اگر ایسا آپ کریں گے تو میں آپ کی وسیع القلبی- مہربانی اور اخلاق کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں گی جب میں نے لارڈ ہیڈلے کو لکھا تھا- کہ آئندہ مجھے اسلامک ریویو کی کوئی جلد نہ بھیجیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے یہ خیال کیا- اور ایسے موقع پر ایسا خیال پیدا ہونا لازمی امر ہے- کہ میں ڈرتی ہوں کہ اسلام کی سادہ تعلیم کے زیادہ مطالعہ سے میرا ایمان مسیح کی الوہیت کی نسبت کمزور پڑ جائیگا لیکن میں نہایت زور سے کہتی ہوں کہ یہ خیال کبھی میرے دماغ میں نہیں گذرا- ہاں میں کہتی ہوں نہیں گذرا- نہیں گذرا- اور ہزار دفعہ کہتی ہوں نہیں گذرا- جس پر میرا ایمان ہے اُسے میں خوب جانتی ہوں- بلکہ اِس مطالعہ نے تو میرا ایمان خدا کے بیٹے پر اور زیادہ بڑھایا ہے جس نے محض ہماری محبت کی خاطر اپنی جان قربان کی- میں نے لارڈ ہیڈلے کو یہ اِس لیے لکھا تھا- کہ اِس میگزین میں ایک مضمون میں نے ایسا پڑھا تھا جس میں اُس کی توہین تھی جسے میری روح پیار کرتی ہے جس نے میری زندگی کے لیے اپنا قیمتی خون کا لوری پر بہایا- اور جو خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہوُا ہے- اور جو کہ جلد آنے والا ہے- اور بڑی قوت اور جلال کے ساتھ

آنے والا ہے۔ لارڈ ہیڈلے نے اپنی تقریر کے دوران میں بعض آیات کی طرف جو میں نے لکھی تھیں اشارہ کرکے یہ بھی کہا تھا کہ یہ تعلیم اصولاً مسیح کی اصلی تعلیم سے جو انجیل میں موجود ہے بالکل مختلف ہے مجھے اس سے یہ سمجھ آیا ہے کہ لارڈ ہیڈلے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ خداوند یسوع مسیح نے خود خدا ہونے کا کبھی دعوے نہیں کیا۔ اگر ایسا ہے تو پھر اُس نے سامری عورت کے سوال کے جواب میں یہ کیوں کہا۔ کہ میں جانتا ہوں کہ "مسیح آتا ہے جو کرائیسٹ کہلاتا ہے" میں جو تجھ سے بول رہا ہوں وہی ہوں "یوحنا کی انجیل باب ۸ آیت ۵۸ کے کیا معنی ہیں۔ وہاں "یہوواہ" کا لفظ موجود ہے ۔۔ وہاں مسیح نے صاف کہا ہے کہ "پیشتر اس سے کہ ابراہیم ہو میں ہوں" کم سے کم یہودیوں نے اسے خوب سمجھا۔ کیونکہ اُنھوں نے اس کو سنگسار کرنے کو جو پتھر اُٹھائے تو اپنے عقیدہ کے مطابق کفر و الحاد سمجھ کر اُٹھائے۔ یہ ٹھیک وہی الفاظ ہیں۔ جو یہوواہ نے خروج باب ۳ آیت ۱۴ میں استعمال کیے ہیں۔ نیز یوحنا کی انجیل کے باب ۱۰ آیت ۳۰ اور ۳۶ اور باب ۹ آیت ۳۵ - ۳۷ میں بھی یہ حوالجات نہایت صفائی سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ اُسنے اپنے تئیں خدا باپ کے بالکل برابر ہونے اور اُس کے ساتھ متحد ہونے کا دعوے کیا متی کی انجیل باب ۲۸ آیت ۱۹ دیکھو۔ جہاں خداوند کہتا ہے "اس لیے تم جاکر سب قوموں کو شاگرد کرو اور اُنھیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو" دیکھو یہاں ناموں سے بپتسمہ دینے کو نہیں کہا۔ بلکہ "نام" سے۔ پس ہم "نام" سے جو واحد کا صیغہ ہے۔ کس طرح بپتسمہ دے سکتے ہیں۔ جب تک باپ بیٹا اور رُوح القدس ایک ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اور بے شمار حوالے ہیں۔ اگر لوگ انجیل کو وسیع القلبی سے مطالعہ کریں تو وہ مسیح کو ہر صفحہ پہ پائیں گے۔ وہ کہتا ہے "انجیل میں تلاش کرو۔ کیوں وہ میری شہادت دیتی ہے"۔ کیوں عید فسح مقرر ہوئی کیوں لیلا ذبح کیا گیا۔ اور چوکھٹوں پر کیوں اُس کا خون چھڑکا گیا۔ کیوں خدا نے کہا جب میں خون دیکھوں گا۔ تو اُس پر سے گذر جاؤں گا۔ (خروج باب ۱۲ آیت ۱۳) کیا اس کا یہ مطلب نہ تھا۔ کہ بنیاد عالم سے جو لیلا ذبح ہوگا۔ یعنے مسیح کی قربانی کے لیے یہ ایک نشان ٹھہرے۔ اور وہ جو نوجوان آدمی کو یسوع نے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ یہ دراصل اُس کا اپنی الوہیت کی نسبت صاف اقرار تھا۔ ہمارے نجات دہندہ نے جس بات پر زور

دیا تھا وہ صاف ہے۔ یعنے اگر میں نیک ہوں تو ضرور ہے کہ میں خدا ہوں کیونکہ کوئی نیک نہیں مگر ایک۔ اور وُہ خدا ہے۔ اور اگر میں خدا نہیں تو میں نیک بھی نہیں۔ اب میں طوالت کے خوف سے لارڈ ہیڈلے کے تمام اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتی۔ پہلے ہی میں نے آپ کی مہربانی کا حد سے زیادہ فائدہ اُٹھالیا ہے۔ بالآخر میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ انجیل میں مجھے خدا تک پہنچنے کے لیئے سوائے صلیب کے یعنے سوائے یسُوع مسیح کے اور کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ جو کہتا ہے میں راہ ہوں۔ اور سچائی ہوں۔ اور زندگی ہوں۔ کوئی شخص باپ تک نہیں پہونچ سکتا۔ مگر مجھ میں ہو کر" یہ خدا ہے جو ایسا کہتا ہے۔ نہ کہ کلیسیا۔ اگر کوئی راہ بیچاری ہلاک شدہ دُنیا کی نجات کے لیے ہوتی۔ تو خدا وہ راہ کیوں نہ اختیار کرتا؟ کیا اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کو ایسے دُکھ اور عذاب کی موت دینے سے اُس کو دُکھ نہیں ہوُا؟ کیا خدا کے بیٹے کو اس سے تکلیف نہیں ہوئی۔ کہ وُہ اپنے نور اور محبّت بھرے آسمان کو چھوڑ کر ستاروں کی بلندی سے نیچے اترا اور اپنی جان کو قربان کرنے کی خاردار راہ کو طے کر کے شرم اور ذلّت کی صلیب پر لٹک گیا۔ جہاں وہ ہمارے لئے لعنتی ہوُا۔ اور جہاں ہماری بجائے خدا کا غضب اُس پر نازل ہوُا۔ اور جس کی وجہ سے خدا کی لا انتہا مہربانی کا شکر ہے۔ کہ ہر ایک بیچاری رُوح خواہ وہ صراط مستقیم سے کتنی ہی دُور اُفتادہ کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ کی زندگی پا سکتی ہے +

میں ہوں پیارے جناب آپ کی وفادار

کانسٹنیا سرجنٹ مصنّفۂ دہن دی سینس ہیوگان

اور ممبر آف سوسائٹی آف آتھرس (مصنفان)

مُسلم انڈیا:۔ مندرجہ بالا خط ظاہر کرتا ہے۔ کہ راقمہ یسُوع کو خدا کا بیٹا یا خدا یقین کرتی ہیں۔ اور یہ کہ تمام بنی نوع انسان اپنی فطرت میں گناہگار ہیں۔ اور یہ کہ یسوع مسیح کا صلیب پانا ہی صرف ایک راہ نجات کی ہے۔ اور بس۔ اِس خاتون نے اپنے ان مذہبی خیالا پر کوئی دلیل نہیں دی۔ بلکہ سارا انحصار اُن نتائج پر رکھا جو اُنھوں نے اپنے خیال کے مُطابق انجیل کی بعض آیات سے اخذ کئے ہیں۔ یہ ہم رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے

سیف الرحمن شیخ رحمت اللہ فاروقی پر چھوڑتے ہیں۔ کہ وہ اپنی تقریر کی اس تنقید پر بحث کریں۔ لیکن ہم مذکورہ بالا خاتون کی توجہ بائبل کی مرقومتہ الذیل آیات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ انجیل سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتی ہیں۔ تو انجیل کے مندرجہ ذیل حوالوں پر ہی ذرا غائر نظر ڈالیں +

(۱) امر اول۔ ایک بچہ جو انسان کا باپ ہوتا ہے۔ پیدائشی اور فطرتی طور پر گناہگار نہیں ہوتا۔

"اُس وقت شاگردوں نے یسوع پاس آکے اُس سے پوچھا۔ کہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے بڑا کون ہے؟ یسوع نے ایک چھوٹا لڑکا بلا کے اُسے اُن کے بیچ میں کھڑا کیا اور کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اگر تم لوگ توبہ نہ کرو۔ اور چھوٹے لڑکوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔" (متی کی انجیل باب ۱۸ آیت ۱-۳ تک)

(۲) امر دوم۔ احکام شریعت کی پابندی کی تاکید۔ آسمانی بادشاہت کی راہ :-

"اور دیکھو ایک نے آکے اُس سے کہا۔ اے نیک اُستاد میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اُس نے اُسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنے خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے۔ تو حکموں پر عمل کر" (متی باب ۱۹ آیت ۱۶)

"یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنیکو نہیں۔ بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ پر جو کوئی عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔ کیونکہ میں تمھیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہوگے۔" (متی باب ۵ آیت ۱۷-۲۰)

(۳) امر سوم۔ تمام راستباز لوگ مقدس نبی مسیح کے ساتھ خدا کے بیٹے کہلانیکا حق رکھتے ہیں۔ "اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اور جو تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تمھے

کینہ رکھیں اُن کا بھلا کرو۔ اور جو تمھیں دُکھ دیں اور ستاویں اُن کے لئے دُعا مانگو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو۔" (متی باب ۵ آیت ۴۴-۴۵)

"مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں۔ کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلائیں گے۔" (متی باب ۵ آیت ۹)

"اس لئے کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری بہن اور ماں وہی ہے" (مرقس باب ۳ آیت ۳۵)

"اور زمین پر کسی کو اپنا باپ مت کہو۔ کیونکہ تمہارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے۔" (متی باب ۲۳ آیت ۹)

"جو تمھیں قبول کرتا مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے اُسے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے۔ جو نبی کے نام سے نبی (یسوع) کو قبول کرتا ہے نبی کا اجر پائیگا۔ اور جو راستباز کے نام سے راستباز (شاگرد) کو قبول کرتا راستباز کا اجر پائیگا" (متی باب ۱۰ آیت ۴۰-۴۱)

ہر ہائینس جنابہ بیگم صاحبہ بھوپال اور مسلم انڈیا

"ذیل میں ہم مسلم انڈیا کے رسالے سے حضور بیگم صاحبہ بھوپال کی اُس چٹھی کا ترجمہ دیتے ہیں جو حضور نے مس ڈی سیلین کورٹ (ہیڈ مسٹرس زنانہ ہائی سکول الہ آباد حال مقیم انگلستان) کو روانہ کی تھی۔ جسکے مطالعہ سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام کے خلاف کتنی جدوجہد ہو رہی ہے۔ اور کن کن ذرائع سے اسکی نسبت بدگمانی پھیلانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ نہ صرف طبقہ ادنیٰ و متوسط میں بلکہ اعلےٰ طبقہ کے مسلمان مردوں اور عورتوں میں بھی اسلام کی نسبت بدگمانی پھیلانیکی کوشش برابر جاری ہے۔ کیا اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم لوگ اسکا کچھ تدارک کریں اور ہر ایک طبقہ کے مسلمانوں میں حقیقی اسلام کی رُوح پیدا کرنے کی کوشش کریں بیگم صاحبہ بھوپال کا عملی نمونہ اس قابل ہے کہ ہمارے امراء و نواب صاحبان اسکی پوری پوری تقلید کریں۔ اور دُنیا کو دکھادیں۔ کہ امارت کے باوجود وہ اسلام کی نسبت اپنی غیرت رکھتے ہیں کہ کوئی لفظ اسکے خلاف سُننا پسند نہیں کرتے۔ بہرحال بیگم صاحبہ کا خط حسب ذیل ہے۔

"ڈیر میڈم۔ میں آپکے خط مورخہ ۲۰ اگست اور نیز کاغذات ملفوفہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں میںنے ان تمام کاغذات کو نہایت دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اور ہم یورپ کی ان تمام شریف اور لائق خاتونوں کے بہت بہت مشکور ہیں۔ جو نہایت ہمدردی اور جوش کیساتھ اپنی مشرقی بہنوں کی حالت کو ترقی پر لانیکی تجاویز پر عمل پیرا رہتی ہیں۔ میرے سچے دل سے اس بات کی تمنی ہو

کہ یہ قابل تعریف کوششیں غیر معمولی طور پر کامیاب ثابت ہوں جسکی وہ واقعی مستحق ہیں مجھے افسوس ہے کہ اپنی ریاست کے کاروبار کی مشغولیت نے مجھے اتنی فرصت نہیں دی کہ میں گذشتہ ولایتی ڈاک میں آپکو مفصّل خط لکھ سکتی آپکے مرسلہ کاغذات کا بغور مطالعہ کرنیکے بعد میں اس امید پر مسئلہ زیر بحث پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی جرأت کرتی ہوں کہ آپ مہربانی فرما کران کو غور و خوض کے لیئے کمیٹی کے ممبروں کے روبرو پیش کردیں گی۔

پیشتر اسکے کہ اس مسئلہ کے متعلق میں اپنی رائے کا اظہار کروں میں آپسے اور نیز مجوزہ سکیم کے ترقی دینے والی حضرات سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مس ریچرڈسن نے اسلام میں عورتوں کے درجہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے مذہب اور سوسائٹی کی پوری پوری واقفیت اور کامل علم پر بالکل مبنی نہیں ہیں۔ انکے خیالات میں اسلام دیگر مذاہب کی نسبت اصولی طور پر عورتوں اور ساتھ ہی اسکے تمام سوسائٹی کو قعر مذلت میں پھینک دیتا ہے اور وہ اسبات پر متعجب نہیں کہ بکثرت مسلمان مستورات خود کہ باز۔ بدباطن ذلیل بدکار ہوتی ہیں۔ اس معاملہ میں میں سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ بلا کسی خاص وجہ کے تمام مسلمان عورتوں کو بدنام کردینا سخت ناواجب ہے۔ میں مذہبًا مسلمان ہوں۔ اور اس لئے میں مقابلتًا اپنے مذہب کے اصول سے واقف ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلام نے کوئی ایسا اصول یا حکم نہیں دیا جسکے رو سے صنف نازک (عورت) کا مرتبہ کسی طریقہ سے ہتک آمیز قرار دیا جاسکے۔ برخلاف اسکے مذہب اسلام نے عورتوں کا ایسا عالی درجہ رکھا ہے جسکی وہ ہر طرح مستحق تھیں۔ اسلام نے عورت کو نہ صرف مذلت کے اس گڑھے سے نکالا جسمیں وہ اسلام سے پہلے گری ہوئی تھی بلکہ اسنے اسکو خاص طور پر ایک ایسا قانونی درجہ دیا جو رسول اکرم صلّی اللّٰہ وسلم کے تشریف لانیسے پہلے عورتوں کیساتھ روا نہ رکھا جاتا تھا۔ رسول کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے خاص طور پر حکم دیا کہ عورتوں کیساتھ نہایت ادب سے پیش آنا چاہیئے۔ کیا قرآن شریف کے یہ الفاظ نہیں ہیں ھن لباسٌ لکم وانتم لباس لھن حضرت نبی کریم کی مقدس تعلیم نے عورت اور مرد میں مساوات قائم کردی ہے۔ اور میں بلاخوف تردید یہ کہہ سکتی ہوں۔ کہ اسلام نے عورتوں کی ذہنی اور معاشرتی ترقی کے لیے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی ممکن الوقوع قوانین تسلیم کیے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کا بیحد لحاظ اور ادب رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ یورپ کی عورتیں عربی جانتی ہوتیں تاکہ وہ سب سے پہلے قرآن شریف کا مطالعہ کرسکتیں جس سے انکی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجاتیں اسلامی مصنفین اور نیز غیر طرفدار یورپین محققین نے اس مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر نہایت قابلیت سے بحث کی ہے اور انکے دلچسپ مضامین پڑھنے سے ہر ایک شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ اسلام نے عورتوں کیساتھ جو سلوک روا رکھا ہے وہ دنیا کے اور کسی دوسرے مذہب نے نہیں رکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مذہب کے خلاف جسقدر بھی غلط اتہامات مشہور ہو گئے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ کی اصلی تعلیم اور احکامات کے متعلق سخت جہالت اور لاعلمی چھا رہی ہے۔ تاریخ اسلام ایسی ہزارہا مثالوں سے بھری پڑی ہے جن میں مسلمان عورتوں نے اپنے مقدس مذہب کی تحریک سے ہی اعلے درجہ کی تربیت اور تعلیم حاصل کی۔ اِن عورتوں میں بڑی بڑی علامہ فقیہہ ادیبہ اور فنون لطیفہ کی ماہر ہو گذری ہیں۔ اور وہ اپنے بعد آنیوالی نسلوں کے لیے بہادری اور سچائی کی کامل کی ایسی شریفانہ مثالیں چھوڑ گئی ہیں جو کہ کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ منبروں پر کھڑی ہو کر پُر اثر وعظ کیا کرتی تھیں دار العلوم کے کمروں میں فقہ پر لکچر دیا کرتی تھیں۔ ملک کے سیاسیات میں بھی وہ کافی حصہ لیا کرتی تھیں یورپین جنگجو حقوق طلب عورتوں کی طرح نہیں بلکہ عمدہ مشوروں سے وہ ملک کی پالیسی اور نظام کو بہتر بنایا کرتی تھیں میدان جنگ میں مسلمان عورتیں زخمیوں اور بیماروں کی خبرگیری کیا کرتی تھیں اور جیسا کہ آپکو معلوم ہے مردوں کے دوش بدوش لڑائیوں میں شریک رہی ہیں یہ وہ صفات ہیں جو مسلمان عورتوں نے اس شخص (حضرت نبی کریمؐ) کے ظہور کے تھوڑے عرصہ کے بعد حاصل کر لی تھیں جس سے ہماری مغربی بہنیں بالکل لاعلم ہیں۔ ہم سب آپکی سچی ہمدردی کی مشکور ہیں جسکا آپنے اظہار کیا ہے۔ مگر ہماری آپ سے بمنت درخواست ہے کہ آپ ہمارے تنزل اور پستی کی موجودہ حالت کو جبکہ آپنے ہمارے پاک مذہب کے اخلاق کا ابھی تک مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اور پھر یہ کہ آپ ہمارے مذہب کے بنیادی اصولوں سے بھی بالکل ناواقف ہیں اسلام کیطرف منسوب نہ کریں۔ یہ ممکن ہے کہ بعض حصص میں مسلمان عورتیں بقول مسز رچرڈسن پستی اور ذلت کے گڑھے میں گر گئی ہوں لیکن ہمیشہ کثرت کو دیکھکر فیصلہ کیا جاتا ہے اور مذہب بھی دراصل وہی مفید ہے جسکا انجام ہماری نجات ہو۔ نہ وہ مذہب جسکا اثر صرف بعض خاص حلقوں میں پایا جاتا ہے جسکا علم سوائے اُس موصوفہ کے اور کسی کو نہیں۔ جو خراب عادات بقول مسز رچرڈسن بعض مسلمان عورتوں میں پائی جاتی ہیں وہ ہمارے قومی تنزل اور پستی کا نتیجہ ہیں۔ جب کوئی قوم گردش زمانہ کے نیچے آجاتی ہے۔ تو اسوقت کہیں کہیں ایسے امور پیدا ہو جاتے ہیں جسکا باعث مذہب سے غفلت کرنا ہوتا ہے لیکن تمام سچے مسلمانوں کے لیے انکا سچا مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جسکو خدا کی مقبولیت اور زندہ طاقت ہونیکا شرف حاصل ہے میں سوائے اسکے اور کچھ نہیں کر سکتی کہ اپنی مغربی بہنوں سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنیکی درخواست کروں جو ہمارے پاک مذہب کا سرچشمہ ہے۔ اور نیز ہمارے بزرگان سلف کی تصانیف کا۔

میرے اپنے خیال میں جوش مردانگی مشرق سے ہی یورپ میں آیا ہے۔ اور قرون اوسط کے تمام مؤرخ میرے ہی قول کے مؤید ہیں یہ امر کہ ہماری مغربی بہنیں نسائیت کے مشرقی خیال کو کس قدر قابل ہتک خیال کرتی ہیں میرے نزدیک شومئی قسمت ہے۔

میں اب اس خط کے لکھنے کے اصل مدعا کیطرف توجہ کرتی ہوں۔ ہندوستان میں تعلیم نسواں کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہمکو

سب سے پہلے ان جملہ کوششوں کا خیال رکھ لینا چاہیئے۔ جو اب تک اس معاملہ میں کیجا چکی ہیں۔ ہمیں یہ لحاظ بھی رکھنا چاہیئے۔ کہ تعلیم کو ترقی دینے کا فرض اس ملک میں گورنمنٹ باحسن وجوہ ادا کرتی رہی ہے۔ اس نے ہند کے تمام اہم مرکزوں میں یونیورسٹیاں قائم کر دی ہیں۔ جن سے اب تک مردوں ہی نے فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور عورتیں بالکل بھلا دی گئی ہیں۔ مسلمانوں کے عہدِ سلطنت میں اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں اپنے گھروں میں گھر کی بوڑھی عورتوں سے تعلیم و تربیت حاصل کیا کرتی تھیں۔ اور یہ انتظام اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق مناسب تھا۔ اسلئے اسکے نتائج بھی مفید نکلے تھے لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے اور اب ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ کہ لڑکیوں کو کثرت تعداد میں تعلیم دیجائے تعلیم نسواں کا مسئلہ اس زمانہ میں نہایت اہم ہو گیا ہے۔ اسلئے اس غرض سے ہندوستان میں ایک وسیع نظام قائم کرنیکے لئے ہمدردانہ اور پرجوش کوششیں درکار ہیں میرے نزدیک درسگاہوں کی غلامانہ تقلید ہمارے اغراض اور مفاد کو پورا نہیں کر سکتی مشرقی عورتوں کی تعلیم و تربیت مغربی عورتوں کی تعلیم و تربیت سے مختلف اصولوں پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مشرقی ممالک میں پردہ کے رواج نے کچھ قیدیں لگا دی ہیں۔

اس مسئلہ کے نہایت اعلےٰ تعلیمی نصب العین کے حصول کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے۔ کہ لڑکیوں کے مطالعہ کیلئے نہایت عمدہ کتب درسی مہیا کیجائیں مرکزی مقامات پر زنانہ ٹریننگ کالج قائم کئے جائیں جہاں استانیاں تعلیم حاصل کر سکیں اس علم کے حصول کے لئے معزز اور شریف گھرانوں کی عورتوں کو وظائف دیئے جائیں۔ تاکہ وہ اس فن میں اپنے آپکو زیادہ ماہر بنا سکیں۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں کا موجودہ طریق امتحانات میری رائے میں عورتوں کے لئے عمدہ نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ جو زنانہ مدارس میں نے بھوپال میں قائم کئے ہیں وہ نہایت خوش اسلوبی سے کام کر رہے ہیں اور وہاں شریف گھرانوں کی متعلمین کو تعلیم حاصل کرنیکے لئے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی علیگڈھ میں بھی ایک زنانہ سکول عمدہ طریق سے کام کر رہا ہے۔ اسیطرح ہندوستان کے دیگر اقطاع میں مختلف زنانہ سکول و کالج ہیں۔ جو انتظام پردہ کے ساتھ عمدہ تعلیم و تربیت دے رہے ہیں۔ پردہ کی جملہ ضروریات کا مہیا کرنا بھی اشد ضروری ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ ہماری مغربی بہنیں اس ضرورت کو نظر انداز نہ کریں گی۔

میری پیاری میڈم۔ یقین رکھئے۔ کہ میں ہندوستان میں ترقی تعلیم کے لئے کسی سے کم دلچسپی نہیں رکھتی۔ اور جو ممکن امداد میں اس بارہ میں کر سکتی ہوں۔ بڑی خوشی سے دینے کو تیار ہوں۔

آخر میں میری دعا ہے۔ کہ خدا آپ کو اس اہم کام میں کامیابی دے۔ جو آپنے اپنے ذمہ لے رکھا ہے +

دستخط

(سلطان جہاں آف بھوپال)

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام
ووکنگ مشن کی رپورٹ

گذشتہ اشاعت کے بعد ولایت سے دو اور انگریزوں کے مشرف باسلام ہونے کی خبر موصول ہوئی ہے۔ ان ہر دو کے متعلق ہمارے مکرم و معظم جناب مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے جو تفصیلی حالات لکھکر بھیجے ہیں۔ وہ ذیل کی دو چٹھیوں سے ہویدا ہیں:-

ایک انگریز نوجوان کا مشرف باسلام ہونا

اس اتوار مسجد ووکنگ میں بڑا بارونق جلسہ ہوا۔ ایک زیرک نوجوان نے مسجد میں اپنے اسلام اختیار کرنیکا اعلان کیا۔ اُن سے توحید باریتعالیٰ و رسالت جناب سید المرسلین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار لیا گیا۔ کلمہ طیب پڑھایا گیا۔ ازاں بعد انھوں نے ایک مختصر سی تقریر میں وجوہ بیان کئے کہ کیوں اسلام کو نصرانیت و یہودیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ انکے بعد ہمارے مکرم و معظم نومسلم پروفیسر مصطفےٰ لیون کا وعظ ہوا جو بڑا مؤثر تھا۔ اسدن ظہر و عصر و مغرب و عشا کی نمازوں میں مسجد میں تین صفیں نمازیوں کی نظر آتی تھیں یہ خدایتعالیٰ کے خاص فضل کی بات ہے۔ اللّٰھم زد فزد + فالحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہٖ اجمعین۔ والسلام

دستخط خاکسار صدرالدین۔ بقلم بلال نور احمد۔ ۲۰ مئی ۱۹۱۵ء

ایک قیمتی وجود کا برادری اسلام میں داخل ہونا

ایک ایسے شخص کے مسلمان ہونے کی خبر آپ کو دیتا ہوں جو یہ خیال لے کر لواءِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے آیا ہے۔ کہ امریکہ میں اخوت اسلامیہ کا دائرہ وسیع کرے اور اس فطری مذہب کی سچائی اور نور کو ریاستہائے متحدہ شمالی امریکہ میں پھیلائے۔ اللہ تعالےٰ یہ وجود ہمارے لیے مبارک کرے۔ اور اُن کو اسلامی فیوض سے متمتع کرے۔ ان کے اخلاص اور صواب کو بارآور فرمائے آمین ثم آمین۔ فالحمد للہ رب العلمین والسلام

دستخط خاکسار صدرالدین امام مسجد ووکنگ — بقلم بلال محمد نور احمد

۲۷ مئی ۱۹۱۵ء

اُسوۂ حسنہ

الموسوم بہ

زندہ اور کامل نبی

وہ لیکچر جو محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج علیگڈھ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب نے دیا ✤

یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی ہے۔ کہ اس کی مانگ ابتک لگاتار جاری ہے چونکہ اس کتاب کی فروخت سے کوئی ذاتی مفاد مدّنظر نہیں بلکہ یہی غرض ہے کہ اس تصنیف سے ہر ایک اہل اسلام کو فائدہ پہنچے۔ اس لئے اس کی قیمت نصف کردی گئی ہے ✤

پانچ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ وی پی طلب کریں جسمیں ایک آنہ محصولڈاک ہے ضخامت ۱۳۶ صفحہ اور اعلےٰ درجہ کے ولایتی چکنے کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہے منیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِحادیث نبوی کا اقتباس

جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت سی چیدہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ووکنگ مشن کی طرف سے شایع کیا ہے۔ جو دو آنے قیمت پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں۔ ناظرین کرام سے امید ہے۔ کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کریں گے۔ والسلام

المشتھر

منیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور ✤